

عقیدہ ختم نبوت پر اعترافات کا علمی محاسبہ



حامد علی علیہی
(فاضل جامعہ علمیہ ریسرچ اسکالر جامعہ کراچی)



جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

عقیدہ ختم نبوت اور اُس پر اعتراضات کا علمی محاسبہ

مؤلف
ڈاکٹر حامد علی عیسیٰ

تقدیم
مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی دامت برکاتہ العالیہ
(رئیس دار الحدیث والافتاء، جامعۃ النور)

ناشر

جمعیت اشاعت الہلسنت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 32439799



فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1.	تقدیم	06
2.	انتساب	07
3.	عرضِ مؤلف	08
4.	باب اول: ایمان اور کُفر	11
5.	فصل اوّل: ایمان اور کُفر کی تعریف۔	12
6.	کامل ایمان	12
7.	فصل دوم: کُفر کی اقسام	13
8.	فصل سوم: کافر کی اقسام اور اُن کے احکام۔	14
9.	باب دوم: عقیدہ ختم نبوت کا معنی و مفہوم	16
10.	فصل اوّل: عقیدے کا معنی و مفہوم۔	17
11.	عقیدے کی تعریف	17
12.	فصل دوم: عقیدہ کس طرح ثابت ہوتا ہے؟	17
13.	اُصول عقائد کی وضاحت	18
14.	اُصول عقائد کا ثبوت	19
15.	سوادِ اعظم کے خلاف کوئی عقیدہ قابلِ قبول نہیں	20
16.	ضروریاتِ دین سے کیا مُراد ہے؟	21
17.	تنبیہ ضروری	21

22	ایک شُبہ کا ازالہ	18.
23	فصل سوم: عقیدہ ختم نبوت کا معنی و مفہوم۔	19.
24	عقیدہ ختم نبوت پر کیسا ایمان ہونا چاہیے؟	20.
26	باب سوم: عقیدہ ختم نبوت کے دلائل	21.
27	فصل اوّل: قرآنی آیات کی روشنی میں۔	22.
27	عقیدہ ختم نبوت کی آیات	23.
32	دین کی تعریف	24.
34	اتمام نعمت اور ختم نبوت	25.
38	﴿اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾ پر اعتراض کا جواب	26.
44	فصل دوم: احادیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں۔	27.
48	علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کا ظمی رحمۃ اللہ کا عجیب استدلال	28.
49	فصل سوم: سوادِ اعظم کی روشنی میں۔	29.
49	تابعین کرام کے اسماء	30.
49	صحابہ کرام کے اسماء	31.
51	مقامِ غور	32.
51	فصل چہارم: عقلِ صحیح کی روشنی میں۔	33.
54	نئے نبی کی ضرورت اور اُس کی حیثیت	34.
58	باب چہارم: عقیدہ ختم نبوت پر اعتراضات	35.
59	فصل اوّل: قرآنی آیات اور تفسیر پر اعتراضات۔	36.

59	اجراء نبوت کا رد	37.
62	ایک غلط فہمی کا ازالہ	38.
64	مقام غور و فکر	39.
70	خاتم کا معنی	40.
73	آیت کی تفسیر	41.
76	خاتم النبیین کہنے کی حکمت	42.
77	ایک باطل تاویل کا ازالہ	43.
79	فصل دوم: احادیث و آثار پر اعتراضات	44.
88	منظوم کلام: ”ہم فدائی ختم نبوت کے“	45.

انشاء اللہ عزوجل

مدنی مقصد: مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔

M. Shahid Raza Attari

0306-0313-7919528

اسلامی بکس، قرآن

مدنی

اپنی عطر و عطریات، قرآن پاک، اسلامی بکس، تسمیحات، ٹی وی، عمامے

موزے، مسواک، گلوں، میلاد پرچم، بیئر زکاہول سیل پوائنٹ

Shop # 2-3 Ground Floor, Waqas Plaza, Amin Pur Bazar, Faisalabad.
Ph: 041-2621568 E-mail: muhammadshahidattari@yahoo.com

تقدیم

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی خیر القرون سے ہی ہوتی رہی ہے، ہر زمانے میں اہل حق نے اس عقیدے میں نقب زنی کرنے والوں کو بے نقاب کیا ہے۔ ہمارے خطے میں علماء حقہ، منکرین ختم نبوت سے ایک عرصے تک برسرِ پیکار رہے، بالآخر پاکستانی حکومت کی جانب سے آئینی سطح پر ایسے منکرین کو ”کافر و مرتد“ قرار دے دیا گیا اور ان کی تبلیغی سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی گئی۔ تاہم خفیہ طور پر اس گروہ نے اپنا تبلیغی کام جاری رکھا ہوا ہے، شہر کراچی میں بھی کئی علاقے ایسے ہیں کہ جہاں عوام المسلمین کو گمراہ کرنے کے لیے یہ لوگ سرگرم ہیں۔ قرآن و سنت سے اپنے حق و سچ ہونے کی دلیلیں پیش کرتے ہیں اور ایسے اعتراضات پیش کرتے ہیں کہ عام مسلمان دھوکہ میں آکر ان لوگوں کو ”مظلوم“ سمجھنے لگتا ہے۔

اگرچہ علماء حقہ ان کے تمام تر باطل دلائل اور تاویلات کا جواب دے دیا ہے، تاہم مختلف کتب میں ہونے کی وجہ سے عوام المسلمین کی ان تک رسائی آسان نہ تھی، چنانچہ برادرِ مولا نا حامد علمی زید علمہ و مجددہ نے ان ”جوابات“ کو ایک جگہ کرنے کا کام کیا، جو مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ کافی تسلی بخش بھی ہے، موصوف جامعہ کراچی میں ریسرچ اسکالر ہونے کے ساتھ ساتھ کالج میں لیکچرار بھی ہیں، محنتی ہیں علم دین کا ذوق اور دین کا درد رکھتے ہیں۔

الحمد للہ علیٰ احسانہ جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان اس کتاب کو شوال المکرم ۱۴۳۲ھ میں اپنے مفت سلسلہ اشاعت کی ”۲۳۲“ ویں کڑی کے طور پر شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کتاب ہذا اور جمعیت کے تمام اراکین کا حامی و ناصر ہو۔ آمین!

محمد عطاء اللہ نعیمی

(خادم دار الافتاء جامعۃ النور، کراچی)

انتساب

اپنی اس تحریر کو اُن ”غلامانِ مصطفیٰ ﷺ“ کے نام کرتا ہوں، جنہوں نے ہر دور میں ”مقامِ مصطفیٰ ﷺ“ کے تحفظ کے لیے اپنا کردار ادا کیا، خصوصاً جنہوں نے ”عقیدہ ختم نبوت“ کی پاسبانی کی، اس میں نقب زنی کرنے والوں کو بے نقاب کیا، اپنے اور پرائے کی پرواہ کیے بغیر حکم شرعی بیان کیا۔

اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی شایانِ شان اجر و انعام سے بہرہ ور فرمائے اور جو مسلمان اس محاذ پر منکرینِ ختم نبوت سے برسرِ پیکار ہیں، اُن سب کی غیب سے مدد فرمائے، ہمیں اُن کے ساتھ اپنی بساط کے مطابق ہر قسم کا تعاون کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔۔۔!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَلَا تُحَرِّمْنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ
عَنْ زِيَارَةِ وَجْهِكَ الْكَرِيمِ بِجَاهِ الرَّؤُوفِ الرَّحِيمِ
عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ وَالتَّسْلِيمِ آمِينَ۔

مؤلف (غفرلہ ولوالدیہ)

عرض مؤلف

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ خَاتِمِ النَّبِيِّينَ
وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَعُلَمَائِهِ مِلَّتِهِ أَجْمَعِينَ۔
أَمَّا بَعْدُ:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس سال (۱۴۳۴ھ) ماہ صفر المظفر کے موقع پر ایک کتاب بنام ”عقیدہ ختم نبوت، اصول اربعہ کی روشنی“ ترتیب دی، جس میں عقیدہ ختم نبوت کے دلائل قرآن، سنت، سوادِ اعظم اور عقل صحیح کی روشنی میں پیش کیے۔ یہ کام جب مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی (اطال اللہ عمرہ علینا) نے دیکھا تو فرمایا کہ ہمیں ستمبر (2013ء) تک تقریباً سو صفحات پر مشتمل تحریر ”ختم نبوت“ سے متعلق درکار ہے اور ساتھ ہی حکم فرمایا کہ راقم اس مذکورہ کام کو ہی ذرا تفصیل سے مگر عام فہم اور سادہ انداز سے کر کے انہیں پیش کرے تاکہ ۷ ستمبر کے تاریخی دن کی مناسبت سے اسے شائع کیا جائے۔

تو کلاً علی اللہ کام شروع کیا، جو کئی بار کے تعطل کے باعث تاخیر کا شکار ہوتا رہا، بالآخر اگست کے شروع میں دیگر مصروفیات ترک کر کے صرف اس کام پر توجہ دی اور بحمد اللہ تعالیٰ یہ مکمل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کے انکار یا اس میں باطل تاویلات کے اسباب میں سے بدترین سبب رسول اللہ ﷺ سے بغض و عناد ہے، اس کے علاوہ پاگل پن، غربت و لاچاری، عیاری، حبِ جاہ و منصب، سستی شہرت اور حمیتِ جاہلیت وغیرہ شامل ہیں۔

منکرین ختم نبوت نے مختلف ادوار میں اپنا سر اٹھایا اور رسول اللہ ﷺ کے بعد نئے نبی کی آمد کو ممکن بتایا، اس کے لیے مختلف باطل تاویلات اور حربوں کا استعمال کیا۔ ہماری کتب عقائد اور دیگر علوم و فنون کی کتب میں ان باطل عقائد و نظریات کے کافی و شافی جوابات موجود ہیں۔ اس انفرادی تفری کے دور میں ہر کسی کو یہ فرصت کہاں کہ وہ ان کتب کا مطالعہ کر کے ان کے جوابات جان

سکے۔ الحمد ہمارے علماء کرام نے منکرین ختم نبوت کے ہر اعتراض کا جواب دے دیا ہے۔
راقم الحروف کی تمنا تھی کہ اُن اعتراضات کو بمع جوابات ایک جگہ جمع کیا جائے اور اگر
کسی نئے اعتراض کا جواب نہ مل سکے تو اُس کا جواب تحریر کیا جائے۔ لہذا اس تحریر میں اختصار کے
پیش نظر چند مشہور اعتراضات کو اُن کے جوابات کے ساتھ شامل کیا ہے، کوشش کی ہے کہ مشکل
ابحاث کو فی الوقت اس تحریر میں بہت کم شامل کیا گیا ہے، وجہ یہ تھی کہ عوام الناس کے لیے ان
مشکل ابحاث کا سمجھنا آسان نہیں ہے۔ تاہم آئندہ کے لیے یہ ارادہ ہے کہ ہر قسم کے اعتراضات
کے جوابات کو یک جا کر دیا جائے، اللہ تعالیٰ اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ دورانِ تحریر دیگر
کُتب کے علاوہ مندرجہ ذیل کُتب زیادہ تر استعمال میں رہیں:

۱۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۴، ۱۵ اور ۲۹۔

۲۔ بہارِ شریعت (حصہ اول)

۳۔ تفسیر ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ ازہری رحمۃ اللہ علیہ۔

۴۔ تبیان القرآن، علامہ غلام رسول سعیدی۔

۵۔ عالمگیر نبوت، علامہ سید محمد ہاشم فاضل شمسی رحمۃ اللہ علیہ۔

۶۔ عقیدہ ختم النبوة، مرتبہ مفتی محمد امین صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ ۱-۸ جلدیں۔

نوٹ: تادم تحریر (اگست ۲۰۱۳ء) عقیدہ ختم النبوة کی ۱۵ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

اس کتاب (عقیدہ ختم نبوت پر اعتراضات کا علمی محاسبہ) کو چار ابواب اور بارہ فصول میں

تقسیم کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے شرف قبولیت عطا فرمائے۔

حامد علی علیی (غفرلہ والوالدیہ)

(اگست، 2013ء، بمطابق شوال المکرم، 1434ھ)

عقیدہ ختم نبوت اور اُس پر اعتراضات
کا علمی مُحاسبہ

﴿باب اوّل: ایمان اور کُفر﴾

فصل اوّل:

ایمان اور کُفر کی تعریف۔

فصل دوم:

کُفر کی اقسام

فصل سوم:

کافر کی اقسام اور اُن کے احکام۔

فصل اوّل: ایمان اور کفر کی تعریف

ایمان اور کفر کی تعریف:

”عقیدہ ختم نبوت“ کے دلائل ذکر کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصر ایمان اور کفر کی تعریف بیان کر دی جائے:

إِنَّ الْإِيمَانَ فِي الشَّرْعِ هُوَ التَّصَدِيقُ بِمَا جَاءَ بِهِ الرَّسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ، أَيْ: تَصَدِيقُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَمِيعِ مَا عَلِمَ بِالْضَّرُورَةِ مَجِيئُهُ بِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ تَعَالَى إِجْبَالًا¹۔

یعنی: محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر بات میں سچا جاننا، حضور کی حقانیت کو صدقِ دل سے ماننا ”ایمان“ ہے جو اس کا اقرار کرے وہ ”مسلمان“ ہے، جب کہ اس کے کسی قول یا فعل یا حال میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار یا تکذیب یا توہین نہ پائی جائے²۔

یا اسے یوں سمجھ لیں کہ ”سید العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کچھ اپنے رب کے پاس سے لائے ان سب میں اُن کی تصدیق کرنا اور سچے دل سے اُن کی ایک ایک بات پر یقین لانا ”ایمان“ ہے اور ان میں کسی بات کا جھٹلانا اور اس میں ذرہ برابر شک لانا ”کفر“ ہے (معاذ اللہ)۔

کامل ایمان:

اُس مسلمان کا ایمان کامل ہو گا جس کے دل میں اللہ و رسول جَلَّ وَعَلَا وَصَلَّى

1. دیکھیے شرح ”عقائد نسفی“ مع ”براس“، مکتبہ حقانیہ، محلہ جنگی پشاور، ص 392۔

2. ملخصاً ”فتاویٰ رضویہ“، ج 29، ص 254۔

اللہ تعالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کا علاقہ تمام علاقوں پر غالب ہو، اللہ ورسول کے محبوبوں سے محبت رکھے اگرچہ اپنے دشمن ہوں اور اللہ ورسول کے مخالفوں بدگوئیوں سے عداوت رکھے اگرچہ اپنے جگر کے ٹکڑے ہوں، جو کچھ دے اللہ کے لیے دے جو کچھ روکے اللہ کے لیے روکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **أَمَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ وَأَبْغَضَ لِلَّهِ وَأَعْطَى لِلَّهِ وَمَنَْعَ لِلَّهِ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ**^۳۔

فصل دوم: کفر کی اقسام

کفر کی اقسام: پھر یہ ”انکار“ (یعنی: کفر) جس سے اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو محفوظ رکھے، دو طرح ہوتا ہے، ۱۔ التزامی اور ۲۔ لزومی۔

۱۔ التزامی:

یہ کہ ضروریاتِ دین سے کسی شئی کا تصریحاً خلاف کرے، یہ قطعاً جماعاً کفر ہے اگرچہ نام کفر سے چڑے اور کمال اسلام کا دعویٰ کرے۔۔۔ جیسے نیچری فرقے کافر شتوں، جن، شیطان، جنت و جہنم اور معجزاتِ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اُن معانی کا انکار کرنا اور ان معانی میں اپنی باطل تاویلات کرنا، جو معانی مسلمانوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تواثر کے ساتھ پہنچے ہیں۔

۲۔ لزومی:

یہ کہ جو بات اس نے کہی عین کفر نہیں مگر مُخبر کفر (کفر کی طرف لے جانے والی) ہوتی ہے یعنی مالِ سخن و لازمِ حکم کو ترتیبِ مقدمات و تنہیمِ تقریبات کرتے لے چلے تو انجام

کار اس سے کسی ضرورتِ دینی کا انکار لازم آئے جیسے روافض کا خلافتِ حقہ راشدہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت جناب صدیق اکبر و امیر المومنین حضرت جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انکار کرنا وغیرہ، اس قسم کے کفر میں علماء اہلسنت مختلف ہو گئے جنہوں نے مآلِ مقال و لازم سخن کی طرف نظر کی حکم کفر فرمایا اور تحقیق یہ ہے کہ کفر نہیں، بلکہ بدعت و بد مذہبی و ضلالت و گمراہی ہے، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ⁴۔

فصل سوم: کافروں کی اقسام اور ان کے احکام

کافروں کی کتنی اقسام ہوتی ہیں؟

گفر کی طرح کافر بھی دو قسم کے ہوتے ہیں: 1- اصلی اور 2- مُرتد⁵۔

1- اصلی: وہ کہ شروع سے کافر اور کلمہ اسلام کا منکر ہے۔ اس کی مزید دو قسمیں ہیں: (1) مُجاہر اور (2) مُنَافِق۔

(1) مُجاہر وہ کہ علی الاعلان کلمہ کا منکر ہو، جیسے دہریہ، مُشرک اور مجوسی۔ ان کی عورتوں سے نکاح باطل اور ان کا ذبح کیا ہو اجانور مُردار ہے، رہے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ تو ان کی عورتوں سے نکاح ممنوع و گناہ ہے۔

اور (2) مُنَافِق وہ کہ بظاہر کلمہ پڑھتا اور دل میں اس کا انکار کرتا ہو، آخرت کے اعتبار سے یہ قسم سب اقسام سے بدتر قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

4 فتاویٰ رضویہ، ج 15، ص 431، لخصاً۔

5 مرتد کے تفصیلی احکام کے لیے ملاحظہ کریں، ”مسلمان کی تعریف اور مرتد کی سزا“، از مفتی سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ، ناشر فدائیانِ ختم نبوت پاکستان، کراچی۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (سورہ نساء: 145/4) دوزخ میں ہیں۔“

2- مرتد: وہ کہ کلمہ گو ہو کر کفر کرے اس کی بھی دو قسم ہیں: (1) مجاہد اور (2) منافق۔

(1) مرتد مجاہد: وہ کہ پہلے مسلمان تھا پھر علانیہ اسلام سے پھر گیا کلمہ اسلام کا منکر ہو گیا چاہے دہریہ ہو جائے یا مشرک یا مجوسی یا کتابی کچھ بھی ہو۔

(2) مرتد منافق: وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے پھر بھی اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا ہے یا ضروریات دین میں سے کسی شے کا منکر ہے۔

ان کے احکام:

حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے، اس کا نکاح کسی مسلم، کافر، مرتد اس کے ہم مذہب یا مخالف مذہب، غرض کسی سے نہیں ہو سکتا، مرتد مرد ہو خواہ عورت۔ ان میں سب سے بدتر مرتد منافق ہے، یہی وہ ہے کہ اس کی صحبت زیادہ نقصان دہ ہے کہ یہ مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے، خصوصاً آج کل کے بد مذہب کہ اپنے آپ کو خاص اہلسنت کہتے ہیں، نماز روزہ ہمارا سادا کرتے ہیں، ہماری کتابیں پڑھتے پڑھاتے ہیں اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس رسول معظم ﷺ کو گالیاں دیتے ہیں، یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں، ہوشیار خبردار! مسلمانو! اپنا دین بچاؤ ان سے۔۔!⁶

﴿باب دوم: عقیدہ ختم نبوت کا معنی و مفہوم﴾

فصل اوّل:

عقیدے کا معنی و مفہوم۔

فصل دوم:

عقیدہ کس طرح ثابت ہوتا ہے؟

فصل سوم:

عقیدہ ختم نبوت کا معنی و مفہوم۔

فصل اول: عقیدے کا معنی و مفہوم

کسی بھی موضوع کو آسانی سے سمجھنے کا ایک طریقہ معروضی ہوتا ہے، جو تحقیقی دنیا میں بھی بہت مشہور و مقبول ہے، ”عقیدہ ختم نبوت“ کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے بھی معروضی انداز اختیار کیا گیا ہے، چنانچہ----

۱۔ ”عقیدہ“ کیا ہے؟ ۲۔ ”عقیدہ ختم نبوت“ سے کیا مراد ہے؟

۳۔ شریعتِ مطہرہ میں عقیدہ ”کس طرح ثابت ہوتا ہے؟“

۴۔ سب سے اہم یہ کہ ”ضروریاتِ دین“ سے کیا مراد ہے؟ وغیرہ وغیرہ سوالات کے جوابات جاننا نہایت مفید ہے۔

عقیدے کی تعریف:

عقیدہ عربی زبان کے لفظ ”عَقْد“ سے بنا ہے جس کا لغوی معنی ”کسی چیز کو باندھنا“ یا ”گرہ لگانا“ ہے، اس کی جمع ”عقائد“ آتی ہے۔

شریعتِ مطہرہ میں ”عقیدہ“ سے مراد ”وہ دلی بھروسہ اور اعتبار ہے جو کسی امر یا شخص کو درست و حق سمجھنے سے پیدا ہوتا ہے“۔ آسان الفاظ میں عقیدہ سے مراد ”اُن دینی اصولوں پر پختہ یقین اور اعتقاد کرنا ہے جن پر ایمان لانا ضروری ہے“۔

فصل دوم: عقیدہ کس طرح ثابت ہوتا ہے؟

جس طرح فقہ کے اصول یا مآخذ چار ہیں کہ جن سے کوئی فقہی مسئلہ ثابت ہوتا ہے، اسی طرح عقائد کے اصول یا مآخذ بھی چار ہیں، جن سے کوئی عقیدہ ثابت ہوتا ہے، یہ سب اصول و مآخذ مندرجہ ہیں:

اُصولِ فقہ	اُصولِ عقائد
قرآن	قرآن
سُنّت	سُنّت
إجماع	سوادِ اعظم
قیاس	عقلِ صحیح

اُصولِ عقائد کی وضاحت:

- ۱۔ قرآن: یعنی: اللہ تعالیٰ کا کلام جو رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا، رہا گذشتہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعتوں کا تعلق تو وہ قرآن کریم کے تابع ہیں۔
- ۲۔ سُنّت: یعنی: مصطفیٰ کریم ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات⁷ ”سُنّت“ میں داخل ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقوال، سُنّت کے تابع ہیں⁸۔
- ۳۔ سوادِ اعظم: اس سے مراد لوگوں کی بڑی جماعت ہے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ”سوادِ اعظم“ سے مراد کون لوگ ہیں؟ اس سے مراد ”اہلِ سُنّت“ ہیں۔
- ۴۔ عقلِ صحیح: یعنی: عقلِ سلیم۔

⁷ تقریرات: وہ بات یا کام جو کسی نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کیا ہو مگر آپ علیہ السلام نے اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ اسے برقرار رکھتے ہوئے سکوت فرمایا۔ گویا یہ سکوت فرمانابی ”إذن“ ہے کیونکہ اگر وہ بات یا کام خلافِ شرع ہوتا تو آپ ﷺ ضرور منع فرماتے۔

⁸ حاشیہ طحطاوی علی الدر، خطبہ کتاب، ج 1، ص 25۔

اُصولِ عقائد کا ثبوت؟

سوال یہ ہے کہ ان مذکورہ ”اُصولِ عقائد“ کا کسی معتبر عالمِ دین نے ذکر بھی کیا ہے یا یہ تقسیم بلا دلیل ہے؟ چنانچہ مولانا احمد رضا خان حنفی ”عَلَمُ اللہِ فتاویٰ رضویہ“ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر کرتے ہیں:

”جس طرح فقہ میں چار اُصول ہیں: کتاب، سنت، اجماع اور قیاس، اسی طرح عقائد میں بھی چار اُصول ہیں: کتاب، سنت، سوادِ اعظم اور عقل صحیح۔ جو کوئی عقائد سے متعلق کسی مسئلہ کو ان چار اُصولوں کے ذریعہ جانتا ہے تو گویا وہ اس مسئلہ کو دلیل سے جانتا ہے نہ کہ بے دلیل محض کسی دوسرے کی تقلید کے ذریعے۔ اسلام میں سوادِ اعظم ”اہل سنت“ ہی ہیں، لہذا ان کا حوالہ دینا بھی دراصل دلیل کا حوالہ دینا ہے نہ کہ کسی کی تقلید کرنا۔ یوں ہی ائمہ کرام کے اقوال سے استدلال و استناد کا یہی معنی ہے کہ یہ اہل سنت کا مذہب ہے، لہذا ایک دو نہیں بلکہ دس بیس اکابر علماء ہی سہی اگر وہ ”جمہور علمائے کرام اور سوادِ اعظم“ کے خلاف لکھیں گے، تو اُس وقت اُن کے اقوال پر نہ اعتماد جائز ہے نہ استدلال و استناد، کیونکہ اب یہ استدلال و استناد کرنا ”تقلید“ ہے اور تقلید عقائد میں جائز نہیں۔ اس دلیل شرعی یعنی سوادِ اعظم کی جانب رُشد و ہدایت کا ہونا، اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کمالِ رحمت ہے، کیونکہ ہر شخص میں یہ قدرت کہاں ہے کہ وہ عقیدہ کو کتاب و سنت سے ثابت کرے۔

رہا معاملہ عقل کا، تو یہ خود ہی سمعینات (یعنی: سُننے جانے والے امور) میں کافی نہیں، لہذا ناچار عوام کو عقائد میں تقلید کرنے کی ضرورت پڑتی اور عقائد میں تقلید جائز نہیں، لہذا

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ نے مسلمانوں کو یہ واضح روشن دلیل عطا فرمائی کہ سوادِ اعظم مسلمین جس عقیدہ پر ہو وہ حق ہے، اس کی پہچان کچھ دشوار نہیں۔“
کیا زمانہ صحابہ کرام میں بھی ”سوادِ اعظم“ تھا؟

”رہا یہ سوال کہ کیا یہ ”سوادِ اعظم“ زمانہ صحابہ میں بھی تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وقت میں تو کوئی بد مذہب تھا ہی نہیں اور بعد کو اگرچہ پیدا ہوئے مگر دنیا بھر کے سب بد مذہب ملا کر کبھی اہل سنت کی گنتی کو نہیں پہنچ سکے، واللہ الحمد۔ فقہ میں جس طرح ”اجماع“ ایک بڑی قوی دلیل ہے کہ اس سے اختلاف کا اختیار مجتہد کو بھی نہیں، اگرچہ وہ اپنی رائے میں کتاب و سنت سے اس کا خلاف پاتا ہو، یقیناً یہ سمجھا جائے گا کہ اُس مجتہد کے یا تو فہم کی خطا ہے یا یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے اور مجتہد کو اس کا نسخ معلوم نہیں، یونہی اجماع اُمت تو ایک عظیم شے ہے۔
سوادِ اعظم کے خلاف کوئی عقیدہ قابلِ قبول نہیں:

سوادِ اعظم یعنی اہل سنت کا عقائد کے کسی مسئلہ پر اتفاق بھی ایک بڑی قوی دلیل ہے، لہذا اگر بالفرض کسی کو کتاب و سنت سے اس کے برخلاف کچھ سمجھ میں آئے تو فہم کی غلطی تصور ہو گا، کیونکہ حق سوادِ اعظم کے ساتھ ہے۔ رہی عقل تو ایک معنی پر یہاں عقل بھی ایک بڑی قوی دلیل ہے، وہ اس طرح کہ اور دلائل کی جیت بھی اسی عقل صحیح سے ظاہر ہوئی ہے۔ یہ محال (ناممکن) ہے کہ سوادِ اعظم کا اتفاق کسی ایسی دلیل پر

ہو جو عقل صحیح کے خلاف ہو۔ یہ گنتی کے جملے ہیں مگر مجہد تعالیٰ بہت نافع و سود مند
فَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِدِ² وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ۔¹⁰

ضروریاتِ دین سے کیا مراد ہے؟

اقسامِ کفر و کافر میں ”ضروریاتِ دین“ کا ذکر آیا ہے لہذا اسے بھی سمجھ لیجیے،
”ضروریاتِ دین سے مراد وہ دینی مسائل ہیں جن کو عوام و خواص سب جانتے ہوں، مثلاً
اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسول اللہ کی ختم نبوت، آخرت، نماز اور روزہ وغیرہ۔

”عوام“ سے مراد وہ لوگ ہیں جو دینی مسائل سے ذوق و شغل رکھتے ہوں اور علماء
کرام کی صحبت سے فیض یاب ہوں، ”عوام“ سے مراد وہ لوگ نہیں جو دینی مسائل خصوصاً
ضروریاتِ دین سے ناواقف و غافل ہیں، مثلاً بہت سے گاؤں دیہاتوں میں رہنے والے جاہل
خصوصاً بر صغیر اور مشرق وغیرہ میں رہنے والے ایسے ہیں جو بہت سے ضروریاتِ دین کے
مسائل سے ناواقف اور غافل ہیں۔ ان کی ناواقفیت اور غفلت سے ہر گز یہ مراد نہیں کہ یہ
ضروریاتِ دین کے منکر ہیں، غافل ہونے اور انکار کرنے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔¹¹
تنبیہ ضروری:

مسلمانو! دین میں اصل مدار ”ضروریاتِ دین“ ہیں اور ”ضروریات“ اپنے ذاتی
روشن بدیہی ثبوت کے سبب مطلقاً ہر ثبوت سے غنی ہوتے ہیں یہاں تک کہ اگر بالخصوص
ان پر کوئی نص قطعی اصلاً نہ بھی ہو جب بھی ان کا وہی حکم رہے گا کہ منکر یقیناً کافر ہے۔

2 یعنی: انہیں مضبوطی سے تھام لو۔

10 فتاویٰ رضویہ، رضافاؤنڈیشن، لاہور، ج 29، ص 214-215، ملخصاً۔

11 ملخصاً از ”فتاویٰ رضویہ“، ج 1، ص 239-243۔

--- یہی سبب ہے کہ ضروریاتِ دین میں کسی قسم کی کوئی تاویل نہیں سنی جائے گی۔ جیسے نیچر یہ نے آسمان کو بلندی، جبریل و ملائکہ کو قوتِ خیر، ابلیس و شیاطین کو قوتِ بدی، حشر و نشر و جنت و نار کو محض روحانی نہ جسدی بنا لیا۔

ایک بد بخت نے ”خاتم النبیین“ کو ”أفضل المرسلین“ گھڑ لیا اور دوسرے شقی نے ”خاتم النبیین“ کو ”نبی بالذات“ سے بدل دیا، ایسی تاویلیں سُن لی جائیں تو اسلام و ایمان قطعاً درہم برہم ہو جائیں گے۔ اگر یہ باطل تاویلیں دُرست مان لی جائیں تو بُت پرست ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کی تاویل یوں کر لیں گے کہ یہ ”أفضل و اعلیٰ“ سے مخصوص ہے یعنی: ”خدا“ کے برابر دوسرے خدا بھی ہیں، مگر وہ ”خدا“ سب دوسروں سے بڑھ کر خدا ہے، یہ معنی نہیں کہ دوسرا خدا ہی نہیں اور اس کی دلیل عرب کا یہ محاورہ ہے ”لَا فَتَى إِلَّا عَلِيٌّ لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ“¹² نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ۔ تو کیا اُس بُت پرست کی یہ باطل تاویل سنی جائے گی۔۔۔؟! یہ نکتہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ بہت سے گمراہ و بے دین مدعیانِ اسلام کے مکروہ اوہام سے نجات و شفا ہے¹³۔

ایک ثُجّہ کا ازالہ:

اگر بظاہر اکابرینِ اُمت میں سے کسی امام، مفسر، محدث، فقیہ یا مفتی وغیرہ کی کوئی بات خلافِ شرع معلوم ہوتی ہو، یا اُس کا موقف سوادِ اعظم کے خلاف جاتا ہو انظر آئے، تو ایسے میں ہم کیا کریں، کس کی بات مانیں اور کس کا ساتھ دیں؟

12 یعنی: علی کرم اللہ وجہہ جیسا کوئی بہادر جوان نہیں اور ذوالفقار جیسی کوئی تلوار نہیں۔

13 لخصاً از فتاویٰ رضویہ، ج 14، ص 266۔

اس سلسلے میں صحیح اور معتدل قول یہ ہے کہ ”انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی انسان معصوم نہیں اور غیر معصوم سے کوئی نہ کوئی کلمہ غلط یا بے جا صادر ہونا کچھ نادر کا لعدم نہیں، پھر سلف صالحین وائمہ دین سے آج تک اہل حق کا یہ معمول رہا ہے، جیسا کہ حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ كُلُّ مَا خُوذَ مِنْ قَوْلِهِ وَمَزْدُودٌ عَلَيْهِ إِلَّا صَاحِبُ هَذَا الْقَبْرِ ﷺ¹⁴۔ لہذا جس کی جو بات خلاف اہل حق و جہور دیکھی وہ اُسی پر چھوڑی اور اعتقاد وہی رکھا جو جماعت یعنی سواد اعظم کا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے: لَا يُدُّ اللَّهُ عَلَى الْجَمَاعَةِ اور فرمایا: اتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ (یعنی: ”اللہ تعالیٰ کی حمایت، جماعت کے ساتھ ہے“ اور فرمایا: ”سواد اعظم کی پیروی کرو“)¹⁵۔

فصل سوم: عقیدہ ختم نبوت کا معنی و مفہوم:

”ختم نبوت“ کی تعریف:

”ختم“ کا معنی ہے اختتام اور مہر (Seal)، یعنی کسی چیز کو اس طرح بند کرنا کہ اس کے بعد نہ باہر سے کوئی چیز اندر جاسکے اور نہ اندر سے کچھ باہر نکالا جاسکے۔
”نبوت“ کا معنی ہے نبی ہونا، لہذا ”ختم نبوت“ کا معنی ہو گا نبوت کا اختتام، سلسلہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا رُک جانا ختم ہو جانا۔

14 یعنی: ”رسول اللہ ﷺ جو اس روضہ پاک میں آرام فرما ہیں ان کے سوا ہر شخص کا قول لیا جاسکتا ہے اور رد بھی کیا جاسکتا ہے۔“

15 ملخصاً از ”فتاویٰ رضویہ“، ج 15، ص 466-467۔

”عقیدہ ختم نبوت“:

شریعتِ مطہرہ میں ”عقیدہ ختم نبوت“ سے مراد یہ اعتقاد اور یقین رکھنا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر نبوت و رسالت کا سلسلہ مکمل ہو چکا ہے، اب قیامت تک کسی نئے نبی یا رسول کی ضرورت نہیں رہی۔

عقیدہ ختم نبوت پر کیسا ایمان ہونا چاہیے؟

مسلمان پر جس طرح لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ماننا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو اَحَدٌ صَمَدٌ لَا شَرِيكَ لَهُ جاننا فرضِ اوّل و منافیِ ایمان ہے یونہی مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ”خاتم النبیین“ ماننا، اِن کے زمانے میں خواہ اِن کے بعد کسی نئے نبی یا رسول کی بعثت کو یقینی طور پر محال و باطل جاننا اہم فرض اور جزءِ اِیقان ہے: ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّیْنَ﴾¹⁶ نصِ قطعی قرآن ہے، اس کا منکر تو منکر بلکہ شبہ کرنے والا، بلکہ اس میں شک کرنے والا کہ ادنیٰ ضعیف احتمال کی وجہ سے اس کا خلاف کرنے والا ہو، قطعاً اجماعاً کافر ملعون ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے والا ہے، نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو ایسے شخص کے عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر، بلکہ جو ایسے شخص کے کافر ہونے میں شک و تردد کو راہ دے وہ بھی واضح طور پر کافر ہے¹⁷۔

امام علامہ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ ”معمد فی المعتقد“ میں فرماتے ہیں: ”بجملہ اللہ تعالیٰ ختم نبوت کا مسئلہ مسلمانوں میں روشن تر ہے کہ جس کے بیان کرنے اور وضاحت کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ لیکن بسا اوقات کھلی بات کے بجائے

16 ترجمہ: ”ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے“۔ (الاحزاب: 33/40)۔

17 لخصاً از ”فتاویٰ رضویہ“، ج 15، ص 630۔

منکر و زندیق یوں فریب دیتے ہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، لہذا آپ ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کو پیدا کر سکتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار نہیں کر سکتا، لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کے متعلق خبر دے دے کہ ایسے ہوگی یا ایسے نہ ہوگی، تو اس کا خلاف نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد دوسرا نبی نہ ہوگا، تو اب اس بات کا منکر وہی ہو سکتا ہے جو سرے سے نبوت کا منکر ہو، جو شخص آپ ﷺ کی رسالت کا معترف ہے وہ آپ ﷺ کی بیان کردہ ہر خبر کو سچ جانے گا۔ جن دلائل سے آپ ﷺ کی رسالت کا ثبوت بطریق تواتر ہمارے لیے ثابت ہے اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد آپ ﷺ کے زمانہ میں اور قیامت تک آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔ جو آپ ﷺ کی اس بات میں شک کرے گا وہ آپ ﷺ کی رسالت میں شک کرے گا۔ جو شخص کہے کہ ”آپ ﷺ کے بعد دوسرا نبی تھا“ یا ”آپ ﷺ کے بعد دوسرا نبی ہے“ یا ”آپ ﷺ کے بعد دوسرا نبی ہو گا“ اسی طرح جو شخص کہے کہ ”آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کا امکان ہے“ تو وہ کافر ہے، یہی خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صحیح ایمان کی شرط ہے“¹⁸۔

﴿باب سوم: عقیدہ ختم نبوت کے دلائل﴾

فصل اوّل:

قرآنی آیات کی روشنی میں۔

فصل دوم:

احادیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں۔

فصل سوم:

سواذِ اعظم کی روشنی میں۔

فصل چہارم:

عقل صحیح کی روشنی میں۔

فصل اوّل: عقیدہ ختم نبوت قرآنی آیات کی روشنی میں

عقیدہ ختم نبوت سے متعلق قرآن کریم میں بے شمار صریح آیات ہیں، اُن میں سے چند حصولِ برکت کے لیے ذکر کی جاتی ہیں۔ الحمد للہ مسلمانوں کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ عزوجل نے ایسا فرمایا ہے اور اس چیز کا حکم دیا ہے، یا اُس کے محبوب خاتم النبیین ﷺ نے یہ بات یوں ارشاد فرمائی ہے یا اپنے غلاموں کو یہ حکم دیا ہے، پھر وہ مسلمان مرد ہو خواہ عورت کسی قسم کا تاہل کیے بغیر اُسے قبول کر لیتے ہیں، اُس حکم کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں اور مصروفِ عمل ہو جاتے ہیں، چاہے انہیں اُس کی حکمت سمجھ آئے یا نہ آئے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا مُّبِينًا ۝ (الاحزاب: 36/33)

ترجمہ: ”اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک صریح گمراہی بہکا۔“

اور فرماتا ہے:

مَا أَمَرَ النَّبِيُّ أَنْ يَكُونَ لَكُمْ الْخِيَرَةُ ۚ وَأَتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ (الحشر: 59/7)

ترجمہ: ”اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں نہ ہکُم عَنْهُ فَأَتَتْهُوَ ۚ وَأَتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ (الحشر: 59/7) سے ڈرو، بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔“

عقیدہ ختم نبوت کی آیات:

عقیدہ ختم نبوت سے متعلق ذیل میں چند آیات پر اکتفا کیا جاتا ہے:

۱۔ قُلْ يٰكَيْهٰ النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ تَرْجَمَہ: ”تم فرماؤ: اے لوگو! میں تم سب اِلَيْكُمْ جَمِيعًا اِلٰلَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُّحِیْ وَیُمِیْتُ“ اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے اس کے سوا قَامِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ کوئی معبود نہیں چلائے اور مارے تو ایمان لاؤ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ کَلِمَتِهِ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ والے پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔“ (سورہ اعراف: 158/7)

”تفسیر خزان العرفان“ میں ہے:

”یہ آیت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عموں رسالت کی دلیل ہے کہ آپ تمام خلق کے رسول ہیں اور کُل جہاں آپ کی اُمت۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے حضور فرماتے ہیں پانچ چیزیں مجھے ایسی عطا ہوئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں۔۔۔ انہیں میں فرمایا: ”ہر نبی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں سُرخ و سیاہ کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔۔۔ اور میں تمام خلق کی طرف رسول بنایا گیا اور میرے ساتھ انبیاء ختم کئے گئے۔“

آیت مذکورہ پر غور فرمائیے اس سے پہلے مختلف پیغمبروں کا تذکرہ ہے ان کے مخاطب محدود تھے، اُن کی تبلیغ کا دائرہ محدود تھا۔ اپنی آبادی کو ”یٰاَقَوْمِ“ کہہ کر مخاطب کر رہے ہیں اور تبلیغ کی حدود متعین کر رہے ہیں۔ اُن کے بعد حضور علیہ السلام کا ذکر آتا ہے ”قُلْ“ کہہ کر حضور کی شان بڑھائی جاتی ہے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے متعلق اللہ رب العزت صرف یہ خبر دیتا ہے کہ ہم نے اُن کو فلاں قوم اور فلاں علاقے کی طرف بھیجا اور اُنھوں نے ان لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچایا لیکن حضور علیہ السلام کی نبوت کے تذکرے میں

اللہ نے پہلا انداز بیان بدل دیا، اپنی کامل نمائندگی اور نیابت عطا فرمائی۔ حاکمانہ حیثیت دے کر حاکمانہ انداز میں اعلان کرنے اور فرمان دینے کی شان ظاہر فرمائی اور اس اعلان کا حق و اختیار خود آنحضور ﷺ کو دیا کہ آپ خود کہہ دیں کہ آپ کی تصدیق سے دوسرے انبیاء کی نبوتیں ثابت ہوتی ہیں۔ لہذا اپنے حق میں آپ کا اعلان نبوت کافی و وافی ہے۔ اور حضور علیہ السلام کے اعلان و فرمان کا مخاطب کوئی خاص علاقہ یا آبادی نہیں بلکہ تمام انسانیت کو بحکم الہی آپ اپنا مخاطب بنا رہے ہیں اور اپنے دائرہ رسالت میں لے رہے ہیں، اگرچہ ”النَّاسُ“ کے لفظ میں تمام انسان تا قیامت داخل ہو گئے، پھر بھی ”جَمِيعًا“ کہہ کر اپنی ”عالمگیر رسالت“ کی سرحدیں اور فصلیں مضبوط کر دیں کہ کوئی انسان کسی طرح اس دائرہ رسالت سے باہر نہ جاسکے۔

قرآن مجید کے اس اسلوب بیان میں بتایا گیا کہ جس طرح آسمان و زمین کی کوئی چیز اللہ جل شانہ کی ملکیت سے باہر نہیں اسی طرح نوع انسانی کا کوئی فرد رسالتِ محمدی کی حدود سے باہر نہیں ہے۔ آسمان اور زمین کی حدود میں اگر کوئی شخص خدائی کا دعویٰ کرے تو وہ مجرم ہو گا، اسی طرح آسمان اور زمین کی حدود میں اگر کوئی شخص قرآن مجید کے مذکورہ اعلان کے بعد دعوائے نبوت و رسالت کرے مجرم ہو جائے گا۔ نہ کوئی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی حدیں توڑ کر اُلُوہیت اور خُدائی میں شریک ہو سکتا ہے اور نہ حضور علیہ السلام کی آمد اور اس اعلان کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کی حدیں توڑ کر نبوت و رسالت میں شریک ہو سکتا ہے۔ وہ تمام مدعیان نبوت جو کلمہ طیبہ: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ اور اس آیتِ کریمہ کے اعلان کے بعد ظاہر ہوئے وہ سب دائرہ ”اِيَّهَا“ سے باہر، کلمہ طیبہ کے مخالف اور قرآن کے باغی ہیں کیونکہ وہ مدعیان نبوت نہ آسمان والوں کی

طرف نبی اور رسول ہو سکتے ہیں اور نہ زمین والوں کی طرف کیونکہ یہ تمام علاقے اللہ کی ملکیت، محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور کلمہ طیبہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ کے احاطے میں ہیں۔ لہذا مسیلمہ کذاب سے لے کر قیامت تک جو کوئی بھی اپنی نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے وہ رسالت محمدی علیہ السلام کا باغی ہے۔ اللہ کی بنائی ہوئی اس کائنات میں نہ کسی کو دعوائے خدائی کا حق ہے اور نہ ظہور محمدی علیہ السلام کے بعد دعوائے رسالت کا حق ہے جو لوگ ”نبی“ بننے یا کہلانے کا حوصلہ رکھتے ہیں انھیں چاہیے کہ اللہ کی اس کائنات اور اللہ کے پیدا کئے ہوئے انسانوں سے باہر جا کر نبوت کا دعویٰ کریں۔ اگر یہ ممکن نہیں اور ہرگز ممکن نہیں ہے تو پھر اپنے کافرانہ اور باغیانہ دعوے سے باز آئیں اور کلمہ توحید ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ کا دل اور زبان سے اقرار کر کے رسالت محمدی علیہ السلام کے آگے سر جھکا دیں اور اپنے دعوائے نبوت سے توبہ کریں¹⁹۔

۲۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ دِّجَالِكُمْ ترجمہ: ”محمد تمہارے مردوں میں کسی کے وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ“^۱ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا“ (الاحزاب: 40/33) نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔“
تفسیر ”خزائن العرفان“ میں ہے:

”یعنی: آخر الانبیاء ہیں کہ نبوت آپ پر ختم ہو گئی آپ کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی حتیٰ کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اگرچہ نبوت پہلے پاچکے ہیں مگر نزول کے بعد شریعت محمدیہ پر عامل ہوں گے اور اسی شریعت پر حکم کریں گے اور آپ ہی کے قبلہ یعنی کعبہ معظمہ کی طرف نماز پڑھیں گے، حضور کا آخر الانبیاء ہونا قطعی

¹⁹ عالمگیر نبوت، سید محمد ہاشم فاضل شمس، ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنرز، کراچی، ص 18-21۔

ہے، نص قرآنی بھی اس میں وارد ہے اور صحاح کی بکثرت احادیث تو حدِ اوتر تک پہنچتی ہیں۔ ان سب سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ سب سے آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں جو حضور کی نبوت کے بعد کسی اور کو نبوت ملنا ممکن جانے، وہ ختم نبوت کا منکر اور کافر خارج از اسلام ہے۔“ اس آیت کی مزید تفصیل اور اس پر اعتراضات کا ذکر باب چہارم کی فصل اول میں آئے گا۔

۴۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ تَرْجُمۃ: ”اور اے محبوب! ہم نے تم کو نہ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلٰكِنۡ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ“ (سورہ سبأ: 28/34) گھیرنے والی ہے، خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔“

”خزائن العرفان“ میں اس آیت کے تحت ہے:

”اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت عائدہ ہے تمام انسان اس کے احاطہ میں ہیں گورے ہوں یا کالے، عربی ہوں یا عجمی، پہلے ہوں یا پچھلے سب کے لیے آپ ”رسول“ ہیں اور وہ سب آپ کے ”امت“۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا فرمائی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ دی گئیں۔۔۔۔۔“ یہاں تک کہ فرمایا: ”اور انبیاء خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور میں تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔“

۵۔ اَتَّبِعُوا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّن رَّبِّكُمْ تَرْجُمۃ: ”پیروی کرو جو کچھ تمہارے رب کی وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهٖ اَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ“ (سورہ اعراف: 3/7) کے سوا دوستوں کی، بہت ہی کم سمجھتے ہو۔“

یہ حکم تمام مؤمنین کے لیے ہے کوئی ایمان کا مدعی ہے اور مومن کہلانا چاہتا ہے اس کے لیے محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل شدہ وحی کے سوا اور کسی وحی کی پیروی کی ضرورت نہیں۔ بلکہ وحی محمدی کے علاوہ ہر کسی کی اتباع ممنوع ہے۔ اگر کوئی شخص وحی محمدی کے علاوہ اپنی کسی وحی کا ذکر کرے، تو مومن کا فرض ہے کہ اسے ٹھکرا دے۔ اگر کوئی شخص وحی محمدی کو پڑھ کر سنائے چونکہ وہ اپنی طرف سے کسی وحی کا دعویٰ کر رہا ہے، تو وہ حضور کا تابع ہے۔ وہ جب اپنے لیے وحی کا مدعی نہیں ہے تو نبوت کا بھی مدعی نہیں ہے، کیونکہ وحی و نبوت لازم و ملزوم ہیں۔ جو نبی ہے وہ صاحب وحی ہے جو صاحب وحی ہے وہ نبی ہے۔ یہاں وحی سے مراد اصطلاحی وحی ہے یعنی اللہ رب العزۃ کسی برگزیدہ انسان کو براہ راست یا فرشتے کے واسطے سے پیغام دے کر انسانوں کی ہدایت پر مقرر فرمائے۔ ایسی وحی کے حامل ”نبی“ کہلاتے ہیں۔

۶۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ترجمہ: ”آج کے دن میں نے تمہارے لیے وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ التَّوْبَةَ اَلِیَّ سَلَامَ دِیْنًا“ (سورہ مائدہ: 3/5) نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے سے راضی ہو گیا۔

دین کی تعریف:

”دین“ اس مجموعہ قوانین و ہدایت کا نام ہے جو عقائد و اعمال کے تمام مسائل کو گھیرے ہوئے ہوں۔ دین اور اس کے بنیادی مسائل انسانی ذہن کا نتیجہ نہیں ہوتے کیونکہ انسانی فیصلے اس کے محسوس و غیر محسوس شعوری و غیر شعوری جذبات سے متاثر ہو سکتے ہیں اور قوانین مستقبل کے لیے بنائے جاتے ہیں اور انسان مستقبل سے ناواقف ہوتا ہے لہذا

انسان صحیح قانون نہیں بنا سکتا۔ بلکہ اللہ رب العزۃ کی طرف سے قوانین نازل ہوتے ہیں اور قوانین الہیہ کی تعلیم کے لیے نبی بھیجے جاتے ہیں کہ وہ اللہ جل مجدہ سے احکام و ہدایات لیں اور بندوں تک پہنچائیں۔ جو کوئی نبی کے لائے ہوئے دین کو بخوشی قبول کرے گا اس کا اپنا فائدہ ہے اور جو انکار کرے اپنا نقصان کرے گا، اللہ ان سب سے قیامت میں حساب لے گا۔ دین اعمال و عقائد کا مجموعہ ہے، لہذا دین کے کامل ہو جانے کے بعد نہ اعتقادی مسائل میں کمی بیشی یا تبدیلی ہو سکتی ہے اور نہ عملی احکام میں کوئی رد و بدل کی یا اضافہ ہو سکتا ہے۔

آیت مذکورہ عنوان میں اللہ رب العزت نے دن اور تاریخ کی قید کے ساتھ اعلان کر دیا کہ آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ ”الْیَوْمَ“ کہہ کر اللہ نے یہ معاشرتی حقیقت بتا دی کہ جس اعلان اور دستخط کے ساتھ ان پر تاریخ درج نہ ہو انتظامی معاملات میں وہ قانون و اعلان نامکمل ہوتا ہے اور معتبر نہیں ہوتا۔ یہ اعلان ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کرام کے سامنے ہوا، یعنی عرفات کے میدان میں جمعہ کے دن (نو) ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ کو، لہذا دنیا و آخرت کے تمام نظام انتظام کی روشنی میں یہ فرمان بھی ہر اعتبار سے کامل و معتبر ہے۔ اس اعلان کے بعد کسی لحاظ سے بھی دین کے اندر کمی و بیشی یا تبدیلی کی کوئی گنجائش نہ حال میں ممکن ہے نہ مستقبل میں نہ اللہ کا علم غلط ہو سکتا ہے اور نہ اس کا اعلان جھوٹ ہو سکتا ہے۔

اگر اللہ کے اس اعلان کے بعد کسی نبی یا کسی نئے حکم کی گنجائش مان لی جائے تو اس سے دواہم خرابیاں پیدا ہوں گی۔ اول یا تو خدا کا اعلان غلط یا جھوٹ ہو گا۔ دوم نئے آنے والے نبی کا منکر، دین کامل پر رہتے ہوئے جہنم میں داخل ہو گا، کیونکہ اس نے اللہ کے نبی کا

انکار کیا جو کفر ہے، کمال دین کے ساتھ کفر کی آلودگی کا خیال جنون و دیوانگی ہے۔ کمال دین جنت میں لے جائے گا اور کفر جہنم میں دھکیلے گا، فیصلے میں اللہ تعالیٰ کیا کرے۔۔۔؟! ²⁰۔
إتمام نعمت اور ختم نبوت:

خوشی اور خوشی کے اسباب، خوشحالی اور خوشحالی کے اسباب کو ”نعمت“ کہتے ہیں۔ یہ نعمت دینی ہو دنیاوی ہو، مالی ہو جسمانی ہو، مادی ہو یا روحانی ہو، اللہ کی نعمت ہے۔ نعمتیں انفرادی اور شخصی بھی ہوتی ہیں اجتماعی اور قومی بھی۔ اجتماعی اور قومی نعمتوں میں ہر شخص کو قوم کے فرد کی حیثیت سے انعام یافتہ قرار دیا جاتا ہے اور قوم کا وہ فرد و شخص جو قومی نعمت کا مرکز و مظہر ہوتا ہے، اس کے حق میں یہ نعمت ذاتی اور شخصی بھی ہوتی ہے اور قومی اور اجتماعی بھی۔ قومی نعمتوں میں ہر شخص بالذات اور براہ راست صاحبِ نعمت نہیں ہوتا بلکہ صاحبِ نعمت کی ذات اور مظہرِ نعمت کا وجود و فیضان قوم کے حق میں نعمت ہے۔

مثلاً اہل پاکستان انگریزوں کی غلامی میں تھے، اللہ رب العزّة نے غیروں کی غلامی سے نجات دی اور پاکستانیوں کو ہندوؤں کی ماتحتی سے بچالیا۔ اللہ رب العزّة کا یہ کرم تمام مسلمانانِ پاکستان کے حق میں ”نعمت“ ہے اور پوری قوم ”انعام یافتہ“ ہے، اگرچہ ہر پاکستانی کے سر پر اقتدارِ حکومت کا تاج نہیں رکھا گیا اور نہ یہ ممکن ہے پھر بھی پوری قوم آزادی کی نعمت سے بہرہ ور اور انعام یافتہ ہے۔ اللہ رب العزّة نے فرمایا:

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يُقَوْمِرْ اذْكُرُوا ترجمہ: ”اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے نِعْمَةُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيكُمْ اَنْبِيَاءَ کہا: اے میری قوم! یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا ○ (سورہ مائدہ، 5/20) تم پر ہوئی کہ تم لوگوں میں انبیاء پیدا کیے اور

تم لوگوں کو بادشاہ بنایا۔“

اس نعمت کی مخاطب موسیٰ علیہ السلام کی پوری قوم یعنی ”بنی اسرائیل“ ہیں، لیکن ان میں ہر فرد نہ نبی ہوا اور نہ ہر فرد بادشاہ ہوا۔ یہ نعمت نبوت اور نعمت بادشاہت چونکہ قومی اور اجتماعی نعمت ہے، لہذا تمام بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا احسان مند ٹھہرایا جا رہا ہے اور ان کی یاد آوری ہر ایک کا فرض ہے۔

اسی طرح اللہ رب العزۃ نے سورہ جاثیہ میں ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَآءِیْلَ الْكِتَٰبَ ترجمہ: ”بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو وَالْحُكْمَ وَالتُّبُوَّةَ (سورہ جاثیہ: 16/45) کتاب، حکم اور نبوت عطا کی۔“

اس کے مخاطب تو تمام بنی اسرائیل ہیں اگرچہ حکم اور نبوت چند افراد کو ملی، مگر تمام بنی اسرائیل احسان مند ہیں کیونکہ یہ نعمتیں قومی اور اجتماعی ہیں، ان کا نفع چند افراد میں محدود نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ رب العزۃ نزول قرآن کے وقت بنی اسرائیل کو ان نعمتوں کا مخاطب اور احسان مند قرار دے رہا ہے جو نعمتیں نزول قرآن کے زمانے سے سینکڑوں ہزاروں سال پہلے بنی اسرائیل کے آباء واجداد پر ہوئی تھیں۔

ہر اسرائیلی ان نعمتوں کا انعام یافتہ قرار دیا جا رہا ہے، حالانکہ ظہور اسلام کے وقت بنی اسرائیل میں نہ کوئی نبی تھا نہ کوئی بادشاہ نہ وہ فرعون کی غلامی سے نجات پانے والوں میں سے تھے نہ من و سلویٰ کھانے والے اور نہ فلسطین کے حکمراں۔

نعمت و اتمام نعمت کی اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتَمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ﴾ کا مقصد سمجھنا دشوار نہیں ہے۔ اگر نعمت سے مراد ”نعمت نبوت“ لی جائے تو بلاشبہ یہ نعمت تمام ہوگئی، اس نعمت کے تمام ہونے کے بعد آئندہ

کے لیے نبوت کا دروازہ بند ہو گیا، کیونکہ گزشتہ زمانوں میں جہاں نعمت کے تمام ہونے کا ذکر ہے وہاں مخاطب خاص افراد ہیں: مثلاً ارشاد ہوتا ہے:

وَكَذَلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَرْجُمَةٍ: ”اور اسی طرح تجھے تیرا رب برگزیدہ
تَأْوِيلُ الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ کرے گا اور تجھ کو باتوں کی تعبیر سکھائے گا
وَعَلَى آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَتْهَا عَلَى أَبِيكَ اور اپنی نعمت تجھ پر تمام کرے گا اور یعقوب
مِنْ قَبْلِ إِبْرَاهِيمَ وَاسْحَاقَ^۱ کی اولاد (اسرائیلی انبیاء) پر جیسا نعمت کو تمام
(سورہ یوسف: 6/12) کیا پیشتر تیرے باپ ابراہیم اور اسحاق پر۔“

ان کلمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن خاص افراد کے حق میں نعمت تمام ہوئی، ان سب کو ”کامل نبوت“ ملی ناقص نبوت نہیں ملی اور نبوت ناقص ہوئی بھی نہیں ہے۔ یہ حضرات کامل نبی تھے ان کے مقابلے میں پیش نظر آیت ﴿وَأَتَمَّمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾ کا خطاب خاص افراد کو نہیں بلکہ ساری اُمت محمدیہ تا قیامت اس کی مخاطب ہے، پہلے مخاطب تمام صحابہ و صحابیات ہیں جو تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار کی تعداد میں میدان عرفات میں حجۃ الوداع کے موقع پر آیت نازل ہوتے وقت حاضر تھے۔ صحابیات عورتیں تھیں وہ نبی نہیں ہو سکتی تھیں۔ مگر صحابہ تو مرد تھے اور اس ”اتمام نعمت“ کے مخاطب اول تھے پھر ان میں سے کوئی نبی نہیں ہوا۔۔! حالانکہ ”اتمام نعمت“ کا اعلان ان سب کے حق میں ہو رہا ہے۔

”اتمام نعمت“ کا یہ اعلان عہد بہ عہد تابعین اور اتباع تابعین سے آج تک اور قیامت تک قائم ہے۔ تمام صحابہ نہ شخصی نبوت کے دعویدار تھے اور نہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی نئے نبی کے وسیلے سے اجتماعی اتمام نعمت، یعنی: نبوت کے قائل

تھے، بلکہ رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کے ہر نئے دعویدار اور اس کے متبعین کو بلا استثناء مرتد و کافر سمجھتے اور ان سے قتال کو فرض قرار دیتے تھے۔

قرآن کا اعلان واضح ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا دین کامل ہے، جس میں ترمیم و تنسیخ اور رد و بدل نہیں ہو سکتا اور نبوت کی نعمت رسول اللہ ﷺ کی ذات سے اُمت کے حق میں اجتماعی و قومی نعمت ہوتی ہے، وہ تمام و کامل ہو گئی۔ آپ ﷺ کے بعد بھی اگر اُمت کے حق میں ظہورِ نبی کی گنجائش رہتی ہے انفرادی و اجتماعی طور پر نئے نبی کے وسیلے سے نئی نعمت کے حصول کا امکان رہتا ہے تو سوال پیدا ہو گا کہ اُمت کے حق میں نبوت کی یہ نئی نعمت ناقص یا تمام و کامل ہے یا پہلی نعمت سے افضل و اعلیٰ ہے؟ یہ تینوں صورتیں باطل ہیں کیونکہ نئی نبوت کی نعمت اگر ﴿اٰتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾ کی نعمت سے افضل و اعلیٰ ہے، تو قرآن کا اعلان غلط ہوتا ہے اور اللہ رب العزّة کا فرمان جھوٹا ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی حیثیت ناقص و کم رتبہ قرار پاتی ہے۔

اگر نبوت کی نئی نعمت ”محمدی نبوت“ کے مقابلے میں ناقص ناقص، ادھوری اور کم رتبہ ہے تو اللہ رب العزّة کا نئے نبی بھیجنے کا فعل حکمت و دانائی کے خلاف ہے کہ ہفت اقلیم کے بادشاہ کو ایک ناقص سکھ یا ایک ایکڑ زمین انعام دے اور اپنا احسان جتائے اور اگر نئی نبوت کی نعمت پہلی نعمت کی طرح تمام و کامل ہے، تو اللہ رب العزّة کا یہ فعل فضول و عبث ہو جاتا ہے اور یہ نبوت تحصیل حاصل کہلائے گی، جو محال ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ﴿اٰتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾ کے اعلان کے بعد اُمت کے حق میں کسی نئے نبی کی آمد کا دروازہ بند ہو چکا ہے کیونکہ عَلَيْكُمْ (تم سب پر) کی مخاطب پوری

اُمت محمدیہ تا قیامت ہے۔ اور آپ ﷺ تمام کے تمام انسانوں کے لیے خوشخبری دینے والے اور ڈر سنانے والے ہیں، لہذا نوع انسانی میں اب کوئی نیانبی پیدا نہیں ہو گا²¹۔

﴿اٰتَمَنْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ﴾ پر اعتراض کا جواب:

﴿اٰتَمَنْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ﴾ کا جملہ بھی بہت بلیغ ہے اور آئندہ کے لیے نئی وحی اور نئے نبی کی گنجائش کو ختم کر دیتا ہے، آیت مذکورہ کے نزول کے وقت سے لے کر آج تک تمام مومن اللہ کے اس انعام کے مخاطب ہیں اور ہر ایک کے حق میں اتمامِ نعمت کا اعلان ہے جو کوئی اللہ کا پسندیدہ دین قبول کرتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے تو بے شک وہ دین کامل پر ہے اور اللہ کی نعمت اس کے حق میں مکمل اور تمام ہو جاتی ہے۔

بعض لوگ نعمت سے مراد ”مقامِ نبوت“ لیتے ہیں، یہ خود مغالطے میں مبتلا ہو کر سیدے سادھے مسلمانوں کو سورۃ فاتحہ اور سورۃ نساء کی آیات پڑھ کر گمراہ کرتے ہیں، ان لوگوں کا کہنا ہے کہ جب اس صراطِ مستقیم پر چل کر ہم زمرہ صالحین میں شہداء میں اور صدیقین میں داخل ہو سکتے ہیں تو ”زمرہ نبیین“ کی صف میں کیوں داخل نہیں ہو سکتے؟

اس کا جواب تفصیل سے ”قرآنی آیات اور تفسیر پر اعتراضات“ کے ضمن میں آئے گا، لیکن یہاں صرف یہ بیان کرنا ہے کہ نعمت وانعام کی یہ تشریح اور اس سے نبی بن جانے کا حوصلہ محض قرآن نہ سمجھے اور زبانِ وادب کے شرائط و قواعد کو نظر انداز کرنے سے پیدا ہوا ہے۔ دلیل کا یہ طریقہ بالکل وہی ہے جیسے کوئی کہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَيُحَدِّثُكُمْ اللّٰهُ نَفْسَهُ^۱ ترجمہ: ”اللہ اپنے نفس سے تم کو ڈراتا ہے۔“

(سورۃ آل عمران: 28/3)

21 عالمگیر نبوت، سید محمد ہاشم فاضل شمسی، ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنرز، کراچی، ص 32-37۔

اور دوسری جگہ اسی قرآن میں ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۚ
(سورہ عنکبوت: 57/29)

ترجمہ: ”ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔“

لہذا اللہ نے جب اپنے کو نفس کہا، تو اس کو بھی موت کا مزہ چکھنا ہو گا معاذ اللہ، یہ اندازِ فکر بالکل غلط اور سراسر کفر ہے کہ انعام پانے والوں میں نبی بھی ہیں اور امتی بھی لہذا امتی بھی ”نبی“ ہو جاتے ہیں اور وہ بھی حضور اکرم علیہ السلام کی تشریف آوری اور دین کے کامل ہونے کے بعد۔!

﴿اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ اور ﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ﴾ کے سلسلے میں لوگوں سے جو غلطیاں ہونیں، ان کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ کلام کے ان اصولوں سے غافل ہو گئے کہ ہر کلام و گفتگو کا مقصد اپنے موقع و محل اور شرائط و قواعد کے لحاظ سے متعین ہوتا ہے یہ اندھے کی لاٹھی نہیں ہے کہ جدھر چاہا گھما دیا۔

آیت مبارکہ ﴿اٰتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾ کے مخاطبِ اوّل صحابہ کرام اور اُن کے بعد عہد بہ عہد تمام مسلمان ہیں۔ ”تمام نعمت“ کے معنی اگر مقامِ نبوت پر فائز ہونا ہے تو کم از کم تمام صحابہ کرام جن کے ایمان و عمل کو قرآن نے سراہا اور دوسروں کے لیے معیار اور کسوٹی بنایا، اُن پر تو لامحالہ اللہ تعالیٰ کی نعمت تمام ہو چکی ہے اور وہ سب منکرینِ ختم نبوت کے بیان کے مطابق نبی ہو گئے ہوں گے؟ اور اُن کے بعد تمام مومن ”نبی“ ہوں گے؟ گویا دینِ کامل اسلام کا ہر پیر و کار ”نبی“ ہے، تو اس میں منکرین کے گروہ جی کی کیا خصوصیت رہی؟ انھوں نے اپنے حق میں نبوت کا دعویٰ کر کے اور دوسرے تمام مومن صحابہ و تابعین سے آج تک کے مقامِ نبوت کا انکار کیا تو اس سے ”انکارِ نبوت کا جرم“ اُن

پر آتا ہے اور اگر یہ منکرین اپنی جیسی نبوت تمام مسلمانوں کے حق میں تسلیم کرتے ہیں تو پھر یہ اعلان اور دعویٰ ایک بے حیثیت، بے حقیقت اور مذاق بن جاتا ہے۔ الغرض اسلام دینِ کامل ہے، نئی وحی اور نئے نبی کی اب کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یاد رہے رفاقت سے متعلق سورہ نساء کی آیت کا تعلق آخرت کے انعام سے ہے، دنیاوی انعام سے اس کا تعلق نہیں۔

نبی کی آمد اور نبوت وحی کا دعویٰ دنیاوی زندگی سے متعلق ہے۔ لہذا وہ انعامات جن کا تعلق آخرت سے ہو، اُن کو دنیاوی نعمتوں میں شامل کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی شخص اپنے باغ کو جنت الفردوس قرار دیدے²²۔

۷۔ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ تَرْجَمَهُ: ”اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ مُحَبُّوب! تمہاری طرف اُتر اور جو تم سے پہلے يُؤَقِنُونَ ۝ (سورہ بقرہ: 4/1)۔ اُتر اور آخرت پر یقین رکھیں۔“

ہدایت یافتہ لوگوں کی توصیف بیان کی گئی ہے کہ فلاح و ہدایت والے وہی لوگ ہیں جو ایمان رکھتے ہیں رسول اللہ ﷺ پر نازل کردہ وحی و کتاب پر اور اُن وحی و کتاب پر جو آپ سے پہلے نازل ہوئیں اور قیامت و دارِ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

یہاں دو باتیں ذہن نشین رہنی چاہئیں، اول: رسول اللہ ﷺ پر اللہ رب العزت نے وحی نازل کی اور آپ ﷺ سے پہلے نبیوں پر وحی نازل کی، آپ ﷺ کے بعد وحی اُترنے کا نہ کوئی ذکر ہے اور نہ فلاح و ہدایت کے لیے ایسی کسی وحی کی گنجائش ہے، ورنہ گزشتہ وحیوں کے ساتھ آپ ﷺ کے بعد آنے والی وحی کی طرف اشارہ کر کے مومنین کو ہدایت دی جاتی اور ایمان لانے کا کہا جاتا، اگرچہ اجمالاً ہی سہی۔

22 عالمگیر نبوت، سید محمد ہاشم فاضل شمسی، ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنرز، کراچی، ص 29-32۔

بلکہ یہاں قرآن مجید نے ”بِأَلَا خَيْرَ“ کہہ کر آئندہ کسی نئے نبی اور نئی وحی کی آمد کا تصور ہی ختم کر دیا اور صاف صاف یہ بتا دیا کہ آپ ﷺ کے بعد کسی نبی وحی کی گنجائش نہیں ہے، بلکہ آپ ﷺ کے بعد قیامت کی منزل ہے۔ آپ ﷺ سے پہلے نبی وحی کی گنجائش تھی اور وحی آئی آپ ﷺ کے بعد وحی نہیں آئے گی بلکہ قیامت آئے گی اور حدیث شریف میں بھی یہی ہے: (أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ)، یعنی: رسول اللہ ﷺ نے درمیانی انگلی اور انگشت شہادت کو ملا کر فرمایا کہ میں اور قیامت ان دونوں انگلیوں کی طرح ملے ہوئے اور متصل ہیں، یعنی: میرے بعد قیامت ہے کوئی نیا نبی آکر درمیان میں حائل نہیں ہو گا اور نہ فاصلہ بنے گا۔ رسول اللہ ﷺ تک نبیوں اور وحیوں پر ایمان رکھنے والے ہی ہدایت پر ہیں اور فلاح پانے والے ہیں آئندہ نہ کسی وحی کی گنجائش اور نہ ان پر ایمان لانا ہدایت و فلاح ہے²³۔

۸۔ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۚ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ ۚ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي ۚ وَلَا تَمَ رْ نَعْبَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۚ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ

ترجمہ: ”اور جہاں کہیں جس زمانے میں تم ہو اپنا منہ کعبہ کی طرف کرو تاکہ لوگوں کو تمہارے خلاف حجت نہ رہے مگر وہی لوگ ان میں سے جنہوں نے ظلم کیا (کفار) تو تم کافروں سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو اور یہ (قبلہ) اس لیے کہ میں تم لوگوں (مسلمانوں) پر اپنی نعمت تمام کر دوں اور تم (کعبہ کو

اَلَيْتَنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ (قبلہ) بایں اُمید اختیار کرو کہ ہدایت پر رہو
وَالْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوْا ، جیسا کہ ہم نے تم میں رسول بزرگ بھیجا
تَعْلَمُوْنَ ۝

(سورہ بقرہ: 1/150-151)۔
کریں اور تمہیں پاک و صاف کریں اور تم کو
کتاب و حکمت کی تعلیم دیں اور تمہیں وہ
تعلیم دیں جو تم نہیں جانتے تھے۔“

اللہ رب العزت نے اپنے اس ابدی کلام میں دوسرے پارے کے آغاز سے قبلہ
کی اہمیت کو تفصیل سے بیان کرنا شروع کیا اور بالآخر قیامت تک کے لیے یہ حکم دے دیا کہ
مسلمان جہاں کہیں بھی اور جس زمانے میں بھی ہوں کعبہ کی طرف رُخ کریں اور ہمیشہ کے
لیے کعبہ کو قبلہ بنا لیں، کعبہ ان کا دائمی قبلہ ہے جو کبھی بدلانہ جائے گا۔ قبلہ کی ابدیت،
اسلام کے دوام و ابدیت کی دلیل ہے اور تمام مسلمانانِ عالم کی وحدت کا مرکز اور ایک
ملت ہونے کا روشن و تابندہ ثبوت ہے۔ جو کوئی اُمتِ مسلمہ کی اس وحدت کو توڑے یا اس
وحدت کو دیکھ کر بھی طعنہ زن ہو وہ ظالم ہے۔

اللہ رب العزت اس عالمی غیر متبدل قبلہ کو بھی ہم مسلمانوں کے لیے اپنا عظیم
احسان بتا رہا ہے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ عالمی ودائمی قبلہ اس لیے عطا کیا تاکہ ﴿وَلَا تَمَنَّٰ نَعْمَتُیْ
عَلٰیکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ یعنی: ”تم پر اپنی نعمت تمام کر دوں اور تاکہ اس آخری
قبلہ سے وابستہ رہ کر تم ہدایت پر رہو۔“ اس اعلان کے ساتھ ہی ایک دوسرا اعلان ہوتا ہے
کہ ﴿کَمَا اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَّسُوْلًا مِّنْکُمْ﴾ یعنی: ”جیسا ہم نے تم میں ایک رسول تم میں
سے بھیجا۔“ لفظ ”کَمَا“ تشبیہ کے لیے ہے، یعنی جس طرح ایک دائمی و ابدی قبلہ عطا کر

کے ہم نے تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور اسی قبلہ کی وابستگی سے تم ہمیشہ ہدایت پر رہو گے یہ آخری قبلہ ہے اس کے بعد کسی اور قبلہ کا تصور ظلم و کفر ہے۔ اسی طرح ہم نے تم میں ایک ابدی دائمی عالمی ہر زمانی و ہر مکانی رسول بھیجا، رسالت کی نعمت بھی تم پر تمام کر دی ان رسول کے ذریعے تمہیں کتاب و حکمت بخشی۔ نہ اس قبلہ کے بعد قبلہ ہے نہ ان رسول کے بعد کوئی رسول ہیں اور نہ اس کتاب و حکمت کے بعد کوئی کتاب و حکمت ہے، کیونکہ جب رسول کی آمد بند ہو گئی تو کتاب و حکمت کا نزول بھی ختم ہو گیا۔ یہی قبلہ ہر زمانہ کے لیے قبلہ ہے اور آپ ﷺ ہر زمانے کے لیے رسول ہیں۔ قبلہ کی نعمت کعبہ پر تمام ہوئی، وحی و کتاب کی نعمت قرآن پر تمام ہوئی، دین کی نعمت اسلام پر تمام ہوئی۔ اب کوئی شخص اللہ رب العزت کی ان کامل نعمتوں اور واضح اعلانات کو قبول نہ کرے اور اس کے خلاف جھٹ کرے تو وہ ظالم و کافر ہے²⁴۔

۹۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ تَرْجَمَہ: ”اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِن أَكْثَر النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ“ (سورہ سبأ: 28/34)۔ اور ڈرانے والا مگر بہت لوگ نہیں جانتے۔

اس آیت میں ”مَا“ نفی کا حرف ہے اور ”إِلَّا“ حرف استثناء۔ ان دونوں حرفوں کے اجتماع سے حصر و تخصیص پیدا ہوئی یہ حصر و تخصیص بشیر و نذیر کے مفہوم میں نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید دوسرے مقامات پر واضح کر چکا ہے کہ ہر نبی بشیر و نذیر ہوتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

24 عالمگیر نبوت، سید محمد ہاشم فاضل شمسی، ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنرز، کراچی، ص 87-89۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ ۖ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ۚ

ترجمہ: ”لوگ ایک اُمت تھے تو اللہ نے انبیوں کو بھیجا بشارت دینے والے اور ڈرانے والے اور ان کے ساتھ سچی کتاب اتاری۔“

(سورہ بقرہ: 2/213)

لہذا نبوت کی یہ دونوں صفتیں محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے خاص نہیں ہیں اور نہ یہ دونوں وصف آنحضرت ﷺ کی ”نبوت“ میں منحصر ہیں۔ لامحالہ ”وَمَا“ اور ”إِلَّا“ کا حصر و تخصیص ”كَافَّةً لِلنَّاسِ“ (تمام نوع انسانی کے لیے) کے ساتھ ہے۔ یعنی: آپ ﷺ دوسرے تمام نبیوں کی طرح بشیر و نذیر ہیں، مگر آپ کی نبوت اور بشارت و نذارت کُل کی کُل تمام نوع انسانی کے لیے ہے۔ یہ نبوت آپ ﷺ کے لیے خاص ہے آپ ﷺ کے سوا اور کسی نبی کو عالمی نبوت حاصل نہیں ہوئی۔ جب تک علاقائی اور خاندانی نبوت کی گنجائش تھی انبیاء آتے رہے۔ جب نوعی وہمہ انسانی نبوت کے مالک آگئے تو نبوت کا خاتمہ ہو گیا، کیونکہ اب علاقائی نبوت کی ضرورت نہیں رہی اور عالمی نبوت محمد رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے²⁵۔

فصل دوم: احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں

مولانا احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک صرف رسالہ میں ”ختم نبوت“ کے بارے میں اکہتر صحابہ کرام اور گیارہ تابعین عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ایک

²⁵ عالمگیر نبوت، سید محمد ہاشم فاضل شمسی، ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنرز، کراچی، ص 89-90۔

سو بیس احادیث نقل کی ہیں²⁶۔ اتنے راویانِ حدیث کی تعداد حدِ تواتر تک پہنچتی ہے، جس سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے اور کسی متواتر چیز کا انکار کرنا اسلام سے خارج کر دیتا ہے، خصوصاً جبکہ وہ چیز ضروریاتِ دین سے ہو۔ من جملہ ”عقیدہ ختم نبوت“ بھی انہی احکام سے ہے، جس کا ثبوت تواتر سے ہے۔ اس حدیث کے راویان کے اسمائے گرامی کا بیان فصل سوم میں آتا ہے۔ من جملہ اس باب میں مروی احادیث شریفہ سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

1- ”صحیح مسلم شریف و مسند امام احمد و سنن ابوداؤد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ و غیرہ میں ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: $\frac{1}{2}$ إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي“²⁷۔

ترجمہ: بیشک میری امت میں (یا میری امت کے زمانے میں) تیس کذاب ہوں گے کہ ہر ایک اپنے آپ کو نبی کہے گا اور میں خاتم النبیین ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

2- امام احمد ”مسند“ اور طبرانی ”معجم کبیر“ اور ضیائے مقدسی ”صحیح مختارہ“ میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: $\frac{1}{2}$ يَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ وَدَجَّالُونَ سَبْعَةَ وَعِشْرُونَ مِنْهُمْ أَرْبَعَةٌ نِسْوَةٌ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي“²⁸۔

ترجمہ: میری امت میں ستائیس دجال کذاب ہونگے ان میں چار عورتیں ہوں گی حالانکہ بیشک میں خاتم النبیین ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

²⁶ فتاویٰ رضویہ، ج 14، ص 337۔

²⁷ جامع ترمذی، ابواب الفتن، باب ما جاء لا تقوم الساعة حتى يخرج كذابون، امین کمپنی دہلی، ج 2، ص 45۔

²⁸ المعجم الکبیر للطبرانی، ترجمہ حذیفہ رضی اللہ عنہ، حدیث: ۳۰۲۶، مکتبہ فیصلیہ بیروت، ج 3، ص 170۔

مذکورہ احادیث میں نئے ”نبی“ کی نفی کی گئی ہے رسول کی نہیں، تو کیا نیا ”رسول“

آسکتا ہے؟ جواب آنے والی حدیث میں ہے:

3- احمد و ترمذی و حاکم بسند صحیح بر شرط صحیح مسلم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: $\frac{1}{2}$ إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالتَّبُوءَةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيٍّ $\frac{29}{1}$ ۔

ترجمہ: بیشک رسالت و نبوت ختم ہو گئی اب میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ نبی۔

4- اجلہ ائمہ بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و امام مالک و امام احمد و ابو داؤد و طبرانی و ابن سعد و طبرانی و حاکم و بیہقی و ابو نعیم و غیر ہم حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: $\frac{1}{2}$ إِنَّ لِي أَسْمَاءً أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاجِي الَّذِي يَمْنَحُو اللَّهُ فِي الْكُفْرِ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمَيَّ وَأَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ $\frac{30}{1}$ ۔

ترجمہ: ”بیشک میرے متعدد نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماجی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے سبب سے کفر مٹاتا ہے، میں حاشر ہوں میرے قدموں پر لوگوں کا حشر ہوگا، میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم $\frac{31}{1}$ ۔

29 جامع الترمذی، ابواب الروایا، باب ذہبت النبوة الخ، امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی، ج 2، ص 51۔

30 صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اسماء صلی اللہ علیہ وسلم، قدیمی کتب خانہ، کراچی ج 2، ص 261۔

شعب الایمان للبیہقی، فصل فی اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، رقم حدیث: 1397، ج 2، ص 141، دار

الکتب العلمیہ، بیروت۔

31 فتاویٰ رضویہ، ج 15، ص 647۔

5- صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ترمذی و تفسیر ابن ابی حاتم و تفسیر ابن مردودہ میں جابر رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **﴿مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ رَجُلٍ ابْتَدَى دَارًا فَأَكْمَلَهَا وَأَحْسَنَهَا إِلَّا مَوْضِعَ لَبْنَةٍ فَكَانَ مَنْ دَخَلَهَا فَنَظَرَ إِلَيْهَا قَالَ: مَا أَحْسَنَهَا إِلَّا مَوْضِعَ اللَّبْنَةِ فَأَنَّا مَوْضِعَ اللَّبْنَةِ فَخْتَمَ فِي الْأَنْبِيَاءِ﴾**³²۔

ترجمہ: میری اور نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک مکان پورا کر لیا اور خوبصورت بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی تو جو اس گھر میں جا کر دیکھتا کہتا یہ مکان کس قدر خوب ہے مگر ایک اینٹ کی جگہ کہ وہ خالی ہے تو اس اینٹ کی جگہ میں ہوا مجھ سے انبیاء ختم کر دئے گئے۔

6- مسند احمد و صحیح ترمذی میں باقائدہ تصحیح ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

﴿مَثَلِي فِي النَّبِيِّينَ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا فَأَحْسَنَهَا وَأَكْمَلَهَا وَأَجْمَلَهَا وَتَرَكَ فِيهَا مَوْضِعَ لَبْنَةٍ لَمْ يَضَعْهَا فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِالْبُنْيَانِ وَيُعْجَبُونَ مِنْهُ وَيَقُولُونَ لَوْ تَمَّ مَوْضِعُ هَذِهِ اللَّبْنَةِ فَأَنَّا فِي النَّبِيِّينَ مَوْضِعُ تِلْكَ اللَّبْنَةِ﴾³³۔

ترجمہ: ”پیغمبروں میں میری مثال ایسی ہے کہ کسی نے ایک مکان خوبصورت و کامل و خوشنما بنایا اور ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی وہ نہ رکھی لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی و خوشنمائی سے تعجب کرتے اور تمنا کرتے کسی طرح اس اینٹ کی جگہ پوری ہو جاتی تو انبیاء میں اس اینٹ کی جگہ میں ہوں۔“

32 صحیح مسلم، کتاب الفضائل، قدیمی کتب خانہ کراچی، ج 2، ص 248۔

صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین، قدیمی کتب خانہ کراچی، ج 1، ص 501۔

33 جامع ترمذی، ابواب المناقب، آفتاب عالم پریس، لاہور، ج 2، ص 301۔

حضور غزالی زماں علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب استدلال:

غزالی زماں کے ایک مناظرے کی زوداد خود غزالی زماں کی زبانی نقل کرتے ہوئے مولانا مفتی ابراہیم القادری بیان کرتے ہیں کہ ”غزالی زماں نے قادیانیوں کے خلاف اپنی خدمات کے ضمن میں ایک واقعہ ارشاد فرمایا کہ میں کم سن تھا۔ ابھی میری داڑھی نہیں تھی، کہ میں قادیان گیا اور قادیانی علما سے مناظرہ کیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ ”بخاری شریف“ کی حدیث ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور گزشتہ انبیائے کرام کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے مکان بنایا ”فَأُكْمِلَهَا“ اس نے اسے مکمل کیا اور حسین بنایا مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس گھر میں داخل ہوتے ہیں اس کے حسن تعمیر پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کاش! یہ اینٹ کی جگہ خالی نہ ہوتی۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں ہی وہ اینٹ ہوں۔“

میں نے قادیانی علما سے پوچھا کہ نبوت کی عمارت میں فقط ایک اینٹ کی گنجائش تھی جسے حضور علیہ السلام نے پورا کر دیا۔ اب تم بتاؤ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو کہاں ڈالو گے؟ وہ سب خاموش ہو گئے اور سوچ میں پڑ گئے پھر ان میں سے ایک بولا: عزیز بات یہ ہے کہ جب عمارت بنائی جاتی ہے تو اس کا پلستر کیا جاتا ہے، ہم مرزا کا پلستر کر دیں گے۔ میں نے کہا: تم مرزا صاحب کا پلستر بھی نہیں کر سکتے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”فَأُكْمِلَهَا“ بنانے والے نے عمارت کو مکمل کر دیا اور پلستر کے بغیر عمارت مکمل نہیں ہو سکتی۔ پھر ایک اور نے ہمت کی اور وہ کہنے لگا کہ دیکھیں عزیز ٹھیک ہے کہ پلستر کے بغیر عمارت مکمل نہیں ہوتی مگر عمارت کا رنگ و روغن بھی کیا جاتا ہے، ہم مرزا صاحب کا رنگ و روغن کر دیں گے۔ میں نے کہا کہ تم مرزا صاحب کا رنگ و روغن بھی نہیں کر سکتے، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ ”فَأَحْسَنَهَا“ بنانے والے نے عمارت کو حسین و جمیل بنایا اور عمارت کا حسن رنگ و روغن ہے۔“ اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ ”میرے اس استدلال نے ان کی زبانوں کو بند کر دیا اور وہ لاجواب ہو گئے اور کوئی بات نہ کر سکے“³⁴۔

فصل سوم: سوادِ اعظم کی روشنی میں

حضرات صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم کا ”ختم نبوت“ پر اجماع تھا۔ اسی طرح تبع تابعین اور اُن کے بعد سے لے کر آج تک اُمتِ مرحومہ کا یہ متفقہ اور اجماعی عقیدہ رہا ہے۔ حضرات تابعین کرام اور صحابہ عظام رضی اللہ عنہم اجمعین کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

صحابہ کرام کے اسماء:

۱۲۔ اُبَی بن کعب	۱۳۔ ابُو اُمَامَہ بابلی	۱۴۔ انس بن مالک
۱۵۔ اسماء بنت عمیس	۱۶۔ براء بن عازب	۱۷۔ بلال مؤذن
۱۸۔ ثوبان مولیٰ رسول اللہ ﷺ	۱۹۔ جابر بن سمرہ	۲۰۔ جابر بن عبد اللہ
۲۱۔ جبیر بن مطعم	۲۲۔ حبیش بن جنادہ	۲۳۔ حذیفہ بن اُسَید
۲۴۔ حذیفہ بن الیمان	۲۵۔ حسان بن ثابت	۲۶۔ حویصہ بن مسعود
۲۷۔ ابو ذر	۲۸۔ ابن زمل	۲۹۔ زیاد بن لبید
۳۰۔ زید بن ارقم	۳۱۔ زید بن ابی اوفیٰ	۳۲۔ سعد بن ابی وقاص
۳۳۔ سعید بن زید	۳۴۔ ابو سعید خدری	۳۵۔ سلمان فارسی

34 محمد ارشاد عالم نعمانی، ”غزالی زماں مولانا سید احمد سعید کاظمی“، ماہنامہ جام نور، دہلی دسمبر 2011ء،

ص 21، بحوالہ ”حیاتِ غزالی زماں ص 65“۔

۳۶۔ ابوالطفیل عامر بن ربیعہ	۳۷۔ ام المؤمنین اُم سلمہ	۳۸۔ سہل بن سعد
۳۹۔ عامر بن ربیعہ	۴۰۔ عبد اللہ بن عباس	۴۱۔ عبد اللہ بن عمر
۴۲۔ عبد الرحمن بن غنم	۴۳۔ عدی بن ربیعہ	۴۴۔ عرباض بن ساریہ
۴۵۔ عصمہ بن مالک	۴۶۔ عقبہ بن عامر	۴۷۔ عقیل بن ابی طالب
۴۸۔ امیر المؤمنین علی	۴۹۔ امیر المؤمنین عمر	۵۰۔ عوف بن مالک الشجعی
۵۱۔ ام المؤمنین صدیقہ	۵۲۔ اُم کرز	۵۳۔ مالک بن حویرث
۵۴۔ محمد بن عدی بن ربیعہ	۵۵۔ مالک بن سنان والد ابی سعید خدری	
۵۶۔ معاذ بن جبل	۵۷۔ امیر معاویہ	۵۸۔ مغیرہ بن شعبہ
۵۹۔ ابن ام کثوم	۶۰۔ ابو منظور	۶۱۔ ابو موسیٰ اشعری
۶۲۔ ابو ہریرہ	۶۳۔ حاطب بن ابی بلتعہ	۶۴۔ عبد اللہ ابن ابی اوفیٰ
۶۵۔ عبد اللہ بن زبیر	۶۶۔ عبد اللہ بن سلام	۶۷۔ عبادہ بن صامت
۶۸۔ ہشام بن عاص	۶۹۔ عبید بن عمرو لیثی	۷۰۔ نعیم بن مسعود
۷۱۔ عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔		

تالیعین کرام کے اسماء:

۱۔ امام اجل محمد باقر	۲۔ سعد بن ثابت	۳۔ ابن شہاب زہری
۴۔ عامر شعبی	۵۔ عبد اللہ بن ابی الہذیل	۶۔ علاء بن زیاد
۷۔ ابو قلابہ	۸۔ کعب احبار	۹۔ مجاہد مکی
۱۰۔ محمد بن کعب قرظی	۱۱۔ وہب بن منبہ رحمہم اللہ اجمعین	

مقام غور:

مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دین اسلام کو ہم سے زیادہ بہتر انداز سے سمجھنے والے تھے، ”ختم نبوت“ کے بارے میں ان کا اجماع بھی انہی معنوں پر ہوا کہ ”آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا“ اور یہ تو اتر سے مروی بھی ہے، تو یقیناً آج یا آج کے بعد کسی بھی دور میں اگر کوئی ان معانی کے خلاف بتائے وہ آپ اپنا سر کھائے اور جہنم میں جائے، اہل ایمان کو اس کی کسی بات پر ہرگز کان نہیں دھرنا، اگرچہ ظاہر میں قرآن و حدیث ہی پیش کرے۔ مزید تفصیل کے لیے فتاویٰ رضویہ، ج 15، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور کا مطالعہ کیجیے۔

فصل چہارم: عقل صحیح کی روشنی میں

گذشتہ سطور میں یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ ”عقیدہ ختم نبوت“ ضروریاتِ دین سے ہے، جس کے لیے دلیل کی ضرورت بھی نہیں ہوتی، اہل ایمان کے لیے یہی کافی ہے کہ یہ عقیدہ ”ضروریاتِ دین“ سے ہے اور بس۔ یہاں عقلی دلائل ذکر کرنے کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ خدا نخواستہ ”عقیدہ ختم نبوت“ کو ثابت کرنے کے لیے دوسرے دلائل نہیں ہیں یا کمزور ہیں، اسی لیے عقل کا سہارا لیا جا رہا ہے، بلکہ بتانا یہ مقصود ہے کہ ”عقیدہ ختم نبوت“ جس طرح قرآن، سنت اور سوادِ اعظم سے ثابت ہے، اسی طرح ”عقل صحیح“ بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ آپ ﷺ کے دنیا میں مبعوث ہو جانے کے بعد رہتی دنیا تک کسی نئے نبی یا رسول کی ضرورت نہ ہو۔ کیسے۔۔؟

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حالات جن میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا گیا وہ چار قسم کے تھے:

پہلی قسم: کسی قوم میں نہ تو کوئی نبی مبعوث کیا گیا ہو اور نہ کسی نبی کی تعلیم ان لوگوں تک پہنچی ہو۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ سے ارشاد ہوتا ہے:

لَتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أُنذِرَ آبَاؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُونَ (سورہ یس: 6/36)
ڈر سناؤ، جس کے باپ دادا نہ ڈرائے گئے، تو وہ بے خبر ہیں۔“

دوسری قسم: کسی گروہ انسانی تک نبی تو بھیجا گیا لیکن اس کی لائی ہوئی شریعت میں تحریف ہو گئی اور نیا نبی نئی شریعت لے کر تشریف لایا ہو۔ جیسے بنی اسرائیل نے شریعت موسوی میں تحریف کر دی تھی، تو حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نئی شریعت لے کر ان میں تشریف لائے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُخَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمِعْ غَيْرَ مُسْمِعٍ وَارْعِنَا لَيْتَ بَالِ سِتِّهِمْ
اور سنئے آپ سنائے نہ جائیں اور ”رَاعِنَا“ کہتے ہیں زبانیں پھیر کر اور دین میں طعنہ کیلئے۔“
(سورہ نساء: 4/44-46)

تیسری قسم: گزشتہ نبی کی تعلیمات انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی نہ تھیں تو پچھلی شریعت کی تکمیل کے لیے نیا نبی مبعوث کیا گیا۔

اور چوتھی قسم: کبھی ایک نبی کی زندگی ہی میں ان کی ذمہ داریوں میں ہاتھ بٹانے کے لیے دوسرا نبی بھیجا گیا۔ مثلاً حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام۔

اب اگر ان حالات میں غور کریں کہ آج ان حالات میں سے کون سی حالت پائی جاتی ہے؟ تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ الحمد للہ آج مذکورہ حالات میں سے کوئی حالت نہیں پائی جاتی:

۱۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے ”دین اسلام“ کا پیغام کرہ ارضی کے گوشے گوشے میں پہنچ چکا ہے۔

۲۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لائی ہوئی شریعت انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے ہے، اس میں حیاتِ انسانی کے کسی شعبہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔

۳۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل کردہ کتاب قرآن کریم آج بھی بحمد اللہ تعالیٰ اسی طرح صحیح سلامت بغیر کسی کمی بیشی کے ہمارے پاس ہے جس طرح نبی اکرم ﷺ پر نازل کیا گیا تھا۔ تقریباً دو ہزار تیرہ سال کا عرصہ گزرا لیکن انجیل کے کسی ایک متن پر اتفاق نہ ہوسکا جبکہ مسلمانوں کے اگرچہ کئی فرقے ہوئے جن میں اختلاف بھی رہا لیکن قرآن کریم پر سب کا ایمان ایک ہی رہا۔ اس میں حروف تو کیا زیر و زبر کی تبدیلی بھی نہ آئی، اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ قیامت تک کے لیے یہی ایک کتابِ ہدایت ہے اور کیونکہ نہ ہو کہ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ○ (سورہ حجر، 9/15)

اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

۴۔ چوتھا نکتہ باقی رہتا ہے کہ اس پر تفصیل سے بحث کی جائے، یعنی ”کسی مددگار نبی کی ضرورت“۔ سوال یہ ہے کہ اگر کسی ہستی کو آپ ﷺ کی اعانت کے لیے نبی بنایا جانا ضروری تھا تو وہ آپ ﷺ کی زندگی میں بنایا جاتا، کیونکہ اسلام کے ابتدائی دور میں کفار و مشرکین نے طرح طرح کے مظالم کیے جس کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کو مختلف قسم کی

اذیتیں اور دُکھ اٹھانا پڑے۔ جب اُس دور میں آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں کسی نبی کو آپ ﷺ کی مدد کے لیے ضروری نہیں سمجھا گیا تو پھر آج کے دور میں جبکہ اسلام آج غلبہ پا چکا ہے اور کرہ ارض کے کونے کونے میں رسول اللہ ﷺ کا پیغام امن و سلامتی پہنچ چکا ہے، کسی بھی نبی کی بعثت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس سلسلے میں بعض حضرات یہ دلیل دیتے ہیں کہ حالات بگڑ چکے ہیں، بد اخلاقیات بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں، گناہوں میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔ غیر شرعی باتیں تیزی سے رواج پکڑتی جا رہی ہیں، تو کیا ماحول ایک نئے نبی کی بعثت کا تقاضا نہیں کرتا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ تاریخ اس امر پر گواہ ہے کہ حالات کی درستگی اور اصلاح کے لیے کبھی نبی نہ آئے بلکہ مصلحین تشریف لائے، جنہوں نے معاشرے کو فساد اور بگاڑ سے پاک کیا، لوگوں کو حق پر عمل کرنے کے لیے آمادہ کیا، شریعت کو اپنانے کی رغبت دلائی۔ لہذا اب بھی ایسے مصلحین کی ضرورت ہے اور رہے گی جن کی شخصیت میں قول و عمل کی موافقت ہو اور حُسنِ قول کے ساتھ ساتھ حُسنِ عمل بھی ہو، تاکہ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام ایک عملی کردار کے پیکر کی صورت میں دکھاسکیں، نیز لوگوں کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ یہ مصلحین نیکی کا حکم تو کرتے ہیں مگر اُس پر خود عمل نہیں کرتے۔

نئے نبی کی ضرورت اور اُس کی حیثیت:

دین کے کامل ہونے کے بعد کسی نئے نبی کی آمد اگر ممکن ہو تو سوال یہ ہے نئے صاحب کس مقصد کے تحت آئیں گے؟ اور جو وحی انکی طرف آئے گی اسکی کیا حیثیت ہوگی؟ نئے نبی کی وحی اگر دین سے متعلق ہے تو دین کے کامل ہونے کے بعد اس نئی وحی کی کیا گنجائش رہتی ہے؟ اور اس کا کیا مقام ہے؟ یہ وحی اگر اعتقادی امور میں ترمیم

و اصلاح کرتی ہے تو پھر اس طرح دین کامل نہیں رہا، بلکہ اسلام کے بتائے ہوئے کامل عقیدے میں بھی ترمیم و اصلاح کی گنجائش باقی تھی۔ ایسا خیال قرآن کے سراسر خلاف ہے۔ اور اگر یہ وحی اسلام کے عملی احکام میں کوئی ترمیم و اصلاح کرتی ہے تو بھی محمد رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا ”دین اسلام“ کامل نہیں رہا، کیونکہ اس کے عملی احکام میں بھی رد و بدل کی گنجائش تھی، لہذا جو لوگ قرآن کو حق تسلیم کرتے ہیں ان کے نزدیک عقائد و احکام کے سلسلے میں کسی نئی وحی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

اگر یہ کہا جائے کہ پیغمبر اسلام سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے جو تعلیمات اور ہدایات دی ہیں، اُن میں اجمال اور پیچیدگی باقی ہے، لہذا نئی وحی کے ذریعے نیا نبی اسلامی تعلیمات کی وضاحت کرے گا۔

تو یہ خیال بھی قرآن و حدیث، اجماع اُمت اور عقل صحیح کے خلاف ہے، کیونکہ دین کے کمال کا مفہوم اسی وقت صحیح ہو گا جب اعتقادی اور عملی تمام احکام واضح ہو کر محکم ہو جائیں، چنانچہ وہ قرآن جو ایک حافظ ایک نشست میں بہ تمام و کمال شروع سے آخر تک پڑھ کر سنا دیتا ہے کئی سال کی طویل مدت میں نازل ہوا تا کہ صحابہ کرام عقیدہ و عمل سے متعلق اسلام کی تمام ہدایات کو پوری وضاحت سے سیکھ لیں اور اس کے مطابق عمل کریں۔ قرآن کی وضاحت اور بیان کا منصب بھی اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ ہی کو عطا فرمایا اور خود اپنی طرف اس بیان کو منسوب بھی کیا۔

اسلامی تعلیمات میں اگر کوئی ایسی پیچیدگی یا اجمال تسلیم کیا جائے جس کے حل کے لیے کسی نئی وحی اور نئے نبی کی ضرورت باقی تھی اور رسول اللہ ﷺ کے بعد جو نبوت کے دعویدار پیدا ہوئے انہوں نے اپنی تازہ وحی سے اس اجمال کو حل کر دیا، تو لازمی طور

پر یہ ماننا پڑے گا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آج تک تمام صحابہ اور تمام مومنین صحیح اور واضح دین سے محروم تھے اور وہ لوگ ساری زندگی اجمال و پیچیدگی میں مبتلا رہے، یہاں تک کہ بعد میں آنے والے ”مدعی نبوت“ نے اس اجمال کو دور کر دیا۔

یہ صحابہ کرام اور حضور علیہ السلام پر ایک ایسا الزام ہے جس کے تصور سے بھی روکنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ قرآن و حدیث نے صحابہ کے دین، ایمان اور عمل کو کسوٹی بنایا اور سراہا ہے لہذا ان کے دین میں کسی کمی کی گنجائش نہیں بلکہ ساری انسانیت کے لیے صحابہ کرام کا ایمان ”معیار اور کسوٹی“ ہے۔ اگر صحابہ کا دین اجمال و پیچیدگی رکھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسی سے راضی ہے اور اگر صحابہ کا دین کامل و واضح ہے تو اللہ کو وہی پسند ہے۔ لہذا قرآن مجید کی تفسیر کے لیے کسی ”نئی وحی“ اور ”نئے نبی“ کی بھی گنجائش نہیں، بلکہ یہ قرآن حضور علیہ السلام کی زبان و عمل سے واضح ہو چکا اس میں کسی پیچیدگی اور اجمال کے حل کے لیے نئی وحی اور نئے نبی کی ضرورت باقی نہیں ہے اور نہ گزشتہ نبیوں کے انداز پر اسلام میں کسی نئے نبی کی گنجائش ہے، کیونکہ اسلام سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا کیا اصول تھا نہ قرآن نے ہمیں بتایا اور نہ جاننے کا حکم دیا۔

ہاں قرآن میں غور و فکر سے جو نتیجہ نکالا جاسکتا ہے اس کی روشنی میں بھی نئی وحی اور نئے نبی کی ضرورت اسلام میں نہیں۔ سابق زمانے میں انسانی آبادی نخلستانوں کی طرح جاہلہ جاتھی اور منتشر آبادیوں کو ملانے کے لیے وسائل مواصلات اور حمل و نقل کے ذرائع جو آج پائے جاتے ہیں، مفقود تھے۔ لہذا ہر خطہ آبادی اور ہر قوم میں جداگانہ نبی بھیجے جاتے رہے تاکہ اللہ کی حجت پوری ہو اور انسانوں تک اللہ کا پیغام ہدایت پہنچے، یا جب گزشتہ نبی کی تعلیمات مٹ جاتیں اور ان کی لائی ہوئی کتاب جعل سازی اور تحریف سے مشتبہ ہو جاتی

یہاں تک کہ علماء کی من مانیوں کو دین بنا لیا جاتا تو اللہ تعالیٰ کوئی نبی بھیج کر اپنی کتاب کی تجدید فرما دیتا۔ اسلام کے ”دین کامل“ ہونے کا اعلان کر کے اللہ نے اس خطرے کو بھی دور کر دیا، کیونکہ قرآن مجید، تورات اور انجیل کی طرح تحریف قبول کرنے والی کتاب نہیں ہے بلکہ نازل ہونے کے دن سے آج تک نقطہ نقطہ کے ساتھ محفوظ ہے اور اللہ نے اس کی حفاظت کا خود ذمہ لیا اور نہ انسانی آبادی میں وہ انتشار و بے تعلقی ہے کہ مختلف آبادیوں کے لیے جداگانہ نبی کی ضرورت ہو، بلکہ انسانیت قرآن کی پیش گوئی کے مطابق اس طرح سٹی جا رہی ہے کہ نسل انسانی ایک قوم اور ساری زمین ایک وطن دکھائی دینے لگی۔ گزشتہ زمانے میں نئے نبی کی ضرورت اس لیے بھی ہوتی تھی کہ نئے نبی اپنے پیشرو نبی کے کام کو پورا کریں جیسے سیدنا یوشع علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے کام کو پورا کیا۔

اسلام میں اس مقصد کے لیے بھی نئے نبی اور نئی وحی کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اسلام کے دین کامل ہونے کے اعلان کے وقت اللہ رب العزۃ نے انسانی معاشرت کے تمام پہلوؤں کو یہاں تک کے تنظیم اور نفاذ حکومت کو بھی قائم کر دیا۔ حضور علیہ السلام نے جب وفات پائی تو وہ مسلمانوں کے امیر بھی تھے، جج بھی تھے، سپہ سالار بھی تھے، مسجد کے امام بھی تھے، مفتی بھی تھے اور اللہ کے آخری نبی بھی۔ حضور علیہ السلام کی تعلیمات کا کوئی گوشہ نامکمل نہیں تھا جس کی تکمیل کے لیے کسی نئے نبی اور نئی وحی کی ضرورت سمجھی جائے³⁵۔

﴿باب چہارم: عقیدہ ختم نبوت پر اعتراضات﴾

فصل اوّل:

قرآنی آیات اور تفسیر پر اعتراضات۔

فصل دوم:

احادیث و آثار پر اعتراضات۔

فصل اوّل: قرآنی آیات اور تفسیر پر اعتراضات

اجراءِ نبوت کا رد:

اعتراض 1: قرآن میں ہے جو اللہ اور اُس کے رسول کی کامل اتباع کرتا ہے، اُسے انعام یافتہ بندوں میں شامل ہونے کی خوش خبری دی گئی ہے۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا﴾

چنانچہ اس آیت میں حضور ﷺ کی ”کامل اتباع“ کرنے والوں کو خوشخبری ہے کہ وہ نبیوں میں سے، صدیقیوں میں سے، شہیدوں میں سے اور صالحین میں سے ہو جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ معیتِ زمانی اور مکانی تو ممکن نہیں لازماً معیتِ فی المرتبت مراد ہے، یعنی مقام و مرتبہ میں اُن کے ساتھ ہوں گے۔

جواب: ”نبوت“ اپنے عمل و کسب سے حاصل نہیں کی جاسکتی،

اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ترجمہ: ”اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی (سورۃ انعام: 6/124) رسالت رکھے۔“

یعنی: اللہ جانتا ہے کہ نبوت کی اہلیت اور اس کا استحقاق کس کو ہے اور کس کو نہیں، عمر اور مال و دولت سے کوئی مستحقِ نبوت نہیں ہو سکتا اور یہ جھوٹی نبوت کے دعویدار اور طلب گار تو حسد، مکر، بد عہدی وغیرہ شنیع افعال اور بُری عادتوں میں مبتلا ہیں، یہ کہاں اور نبوت کا منصبِ عالی کہاں!۔۔۔

اگر نبوت اپنے کسب و عمل سے حاصل ہوتی ہو اور اللہ و رسول کی فرمانبرداری سے کوئی شخص نبیوں میں شامل ہو سکتا ہو، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سب سے پہلے نبی

حضرت آدم علیہ السلام کس نبی کی پیروی سے ”نبی“ بنے، اسی طرح سب سے آخری نبی حضور اکرم ﷺ بھی اُس دور میں، اُس قوم میں اور اُس سر زمین میں پیدا ہوئے اور ”نبی“ ہوئے، جہاں پہلے سے کوئی نبی تھے نہ کوئی شریعت اور کتاب تھی اور نہ ہی کوئی پیغمبرانہ ماحول اور معاشرہ تھا۔ معلوم ہوا کہ حضرت آدم اور سید عالم علیہما الصلوٰۃ والسلام، اللہ تعالیٰ کی عطا سے نبی ہوئے نہ کہ کسی نبی کی پیروی کر کے۔

اس آیت کا ترجمہ کرنے میں معترض نے تحریفِ قرآن کا ارتکاب کرتے ہوئے ”مَعَ“ (بمعنی ”ساتھ“) کا ترجمہ ”مِنْ“ (بمعنی ”سے“) سے کیا ہے۔ ”مَعَ“ عربی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی ”ساتھ“ کے ہیں، اُردو میں بھی ”ساتھ“ ہی کے معنی میں بولا جاتا ہے جیسے: ”مع اہل وعیال“ یعنی: اہل وعیال کے ساتھ، اسی ”مَعَ“ سے ”مَعِیَّتْ“ کا لفظ ہے جس کے معنی ”ساتھ اور رفاقت“ ہے۔ قرآن مجید نے اسی ”مَعَ“ کے معنی کو آیت کے آخر میں ”رَفِیقًا“ کہہ کر مزید واضح کر دیا۔

عربی میں ”مَعَ“ کے معنی ”مِنْ“ یعنی ”سے“ کے نہیں ہیں، اگر یہ معنی مان لیا جائے تو ان آیات کے ترجمے میں کیا ہوگا۔۔۔! صریح کفر و شرک۔۔۔۔۔
ارشاد ہوتا ہے:

۱۔ ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ﴾ (سورہ بقرہ: 2/194)³⁶

ترجمہ: ”اور جان رکھو کہ اللہ متقیوں سے ہے۔“ (نعوذ باللہ)

۲۔ ﴿وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (سورہ انفال: 8/19)³⁷

36 ترجمہ: ”اور جان رکھو کہ اللہ ڈروالوں کے ساتھ ہے۔“

37 ترجمہ: ”اور بے شک اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے۔“

ترجمہ: ”اور بے شک اللہ مومنین سے ہے۔“ (نعوذ باللہ)

۳۔ ﴿إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾ (سورہ توبہ: 40/9) ³⁸

ترجمہ: ”جب اپنے صاحب سے کہتے تھے: غم نہ کھا بیشک اللہ ہم سے ہے۔“ (نعوذ باللہ)

۴۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ﴾ (سورہ نحل: 128/16) ³⁹

ترجمہ: ”بیشک اللہ ان سے ہے جو ڈرتے ہیں اور جو نیکیاں کرتے ہیں۔“ (نعوذ باللہ)

۵۔ ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ (سورہ حدید: 4/57) ⁴⁰

ترجمہ: ”اور وہ تم سے ہے تم جہاں کہیں ہو۔“ (نعوذ باللہ)

در اصل اس آیت میں نیز انعام یافتہ گان کے ساتھ ہونا اُس دعا کا ثمرہ ہے جس کا اللہ رب العزۃ نے ہر مومن کو حکم دیا کہ ہر نماز اور اس کی ہر رکعت میں اُس دعا کی تلاوت کریں، یعنی: ”سورہ فاتحہ“ کی تلاوت کریں اور اللہ تعالیٰ سے سیدھی راہ پر چلنے کی دُعائیں مانگیں۔ سیدھی راہ یعنی ”صراطِ مستقیم“ کی وضاحت بھی ساتھ ہی کر دی گئی ہے۔ یعنی: وہ راہ جس راہ پر چلنے والے اللہ تعالیٰ کے انعام کے مستحق ہیں، اللہ کے غضب سے محفوظ ہیں اور منزل و راہ منزل سے بھٹکنے والے نہیں ہیں۔ غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک جامع اور کامل دُعا ہے۔ اس دُعا کی اہمیت اسی سے ظاہر ہے کہ عام مومن ہی نہیں بلکہ خواص مومن جن میں نبی، صدیق، شہید اور صالح شامل ہیں اس دُعا کے پابند ہیں۔ مومن مرد، مومن عورتیں اور خود حضور اکرم ﷺ اپنی ہر نماز میں یہ دعا دُھراتے رہے۔

38 ترجمہ: ”جب اپنے یار سے فرماتے تھے: غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

39 ترجمہ: ”بیشک اللہ ان کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور جو نیکیاں کرتے ہیں۔“

40 ترجمہ: ”اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں ہو۔“

اس دُعا کا مقصد اس میں مذکورہ دو برائیوں سے بچاؤ اور حفاظت ہے یعنی اللہ کے غضب سے محفوظ رہنا اور گمراہی سے دور رہنا۔ ان دونوں برائیوں سے محفوظ رہنے کا لازمی نتیجہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حقدار ہونا ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

اگر کسی کو یہ غلط فہمی ہو کہ اس ”دُعائے نعمت“ سے مراد نبوت، صدیقیت، شہادت اور صالحیت کے مقامات کا حصول ہے، تو پھر محمد رسول اللہ ﷺ نہ صرف نبی تھے بلکہ تمام انبیاء کے سردار اور اللہ رب العزۃ کے بعد تمام موجودات سے افضل تھے۔ اسی طرح عورتیں نبوت پر فائز نہیں ہوتیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مومن عورتوں کو بھی اس دُعا کا پابند بنانا بالکل لغو و غلط بات ہوگی۔

سورہ نساء کی آیت میں انعام یافتہ لوگوں کی فہرست یوں ذکر کی گئی ہے:

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۝

ترجمہ: ”اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو وہ ساتھ ہوگا ان انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین

اور یہ لوگ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

اس میں انبیاء کرام علیہم السلام سر فہرست ہیں اللہ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمانبردار قیامت میں ان لوگوں کے ساتھ ہوگا اپنے عالیشان جنتی محل میں نہ وہ قید و نظر بندی میں رہے گا اور نہ اس کے رفیق اور ساتھی بُرے لوگ ہوں گے۔ جو کوئی مطیع و فرمانبردار ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوا وہ لازوال انعام کا حقدار ہو گیا اور ان ہی نعمتوں

میں سے ”نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین“ کی رفاقت و صحبت بھی ہے۔ دنیاوی زندگی میں بیشتر مومن کاملین نے ہر دور میں اپنی طویل عمریں فرمانبرداری و اطاعت میں گزار دیں، پھر بھی تمام ”نبیین“ تو کجا ایک نبی کی بھی رفاقت بلکہ دیدار تک میسر نہ آیا، نہ تمام صدیقین کی صحبت میسر آئی، نہ تمام شہداء کی رفاقت حاصل ہوئی، نہ حضرت آدم علیہ السلام سے اس وقت تک تمام صالحین کی ہم نشینی ملی۔

البتہ قیامت میں فرمانبردار مومن تمام انبیاء تمام صدیقین تمام شہداء اور تمام صالحین کی محفل میں بے روک ٹوک شریک ہوں گے اور رفیق بنیں گے۔ تمام انبیاء پر ہم ایمان لائے ہیں۔ تمام نبیوں کی رفاقت ہمارا ایمانی حق ہے۔ تمام عباد صالحین کے حق میں ہم ہمیشہ دعا و سلام بھیجتے ہیں ان کی رفاقت ہمارا حق ہے۔

نیز سورہ نساء کی اس آیت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ”صراطِ مستقیم“ پر چلنے والا انعام پانے والوں کی راہ پر چلتا ہے لہذا وہ صالح، شہید، صدیق ہو سکتا ہے تو اپنے کسب و محنت سے نبی بھی ہو سکتا ہے، سراسر غلط ہے، کیونکہ اس آیت میں اللہ اور رسول کی فرمانبرداری سے قیامت میں انعام پانے والے کے لیے ان چاروں انعام یافتگان کی رفاقت و معیت کا ذکر ہے اس کا تذکرہ نہیں ہے کہ اللہ اور رسول کی فرمانبرداری سے فرمانبردار کو کیا مرتبہ حاصل ہو سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر وضاحت کر دی گئی ہے کہ بندہ ایمان و عمل صالح کے نتیجے میں صالحین میں داخل ہو سکتا ہے۔ سورہ عنکبوت میں ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ترجمہ: ”جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کرائیں البتہ ہم ان کو صالحین کے گروہ میں

داخل کریں گے۔“

(سورہ عنکبوت: 9/29)

اسی طرح سورۃ الحدید میں ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ تَرْجَمُهُ: ”اور جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور
هُمْ الصَّادِقُونَ وَالشَّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ^۱ اس کے رسولوں پر یہی لوگ صدیقین ہیں
(سورۃ حدید: 18/57) لیے ان کا اجر ہے اور ان کا نور ہے۔“

مؤمن کے حق میں صدیقین، شہداء اور صالحین کے مقامات اور مراتب ملنے کا
ذکر قرآن مجید میں موجود ہے، مگر ایمان و عمل صالح کے نتیجے میں ”نبوت“ ملنے کا ذکر
قرآن مجید میں کہیں بھی نہیں ہے اور قرآن کے اعلانات کی بنا پر ایسا ممکن بھی نہیں ہے۔
مقام غور و فکر:

سورۃ نساء کی مذکورہ آیت میں نبیوں کے علاوہ شہیدوں کی رفاقت کا بھی ذکر ہے،
غور کرنا چاہیے کہ دنیاوی زندگی میں شہیدوں کی رفاقت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ
اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے کو شہید کہتے ہیں، شہید قتل ہو کر دنیا والوں سے جدا ہو
جاتے ہیں اور عالم ناسوت سے نکل کر عالم برزخ میں مقیم ہوتے ہیں، لہذا زندہ مومن اور
شہید کی رفاقت دنیاوی زندگی میں نہیں ہوتی ہے۔ آخرت میں مومنین کو شہیدوں کی
رفاقت اور یکجائی کی سعادت حاصل ہوگی۔

جن زندہ لوگوں کو حضور علیہ السلام نے شہید کہا وہ ان کی شہادت کی پیشین گوئی
اور بشارت تھی یہ مبارک وسعید حضرات اس بشارت و پیشین گوئی کے وقت شہید نہیں
تھے کہ اس وقت زندوں کے ساتھ ان کے رہن سہن کو شہداء کی رفاقت کہا جائے۔ لہذا یہ
آیت آخرت سے متعلق ہے دنیا سے اس کا تعلق نہیں ہے کہ نادانی سے کوئی شخص انعام

پانے والوں میں اپنے آپ کو شمار کر کے ”نبی“ بن جائے انعام آخرت میں ملے گا اور نبیوں، صدیقیوں، شہیدوں اور صلحاء کی رفاقت بھی وہاں میسر آئے گی⁴¹۔

اعتراض 2: نبوت آپ ﷺ کے بعد بھی جاری ہے اور انبیاء کرام تشریف لاتے رہیں گے اور اولادِ آدم سے اُن پر ایمان لانے کو کہا گیا ہے، اس کا واضح ثبوت قرآن کریم کی یہ آیت ہے:

﴿يُبَيِّنُ آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمُ الْبَقِيَّةَ ۖ فَمَنِ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (سورہ اعراف: 35/7)⁴²

یعنی: اللہ تعالیٰ نے تمام اولادِ آدم کو حکم دیا ہے کہ جب بھی ان کے پاس ایسے رسول آئیں جو تمہارے سامنے میری آیتیں بیان کریں سو جو شخص اللہ سے ڈرا یعنی جس نے ان رسولوں کے احکام کو مانا اور ان پر ایمان لایا اس پر کوئی غم اور خوف نہیں ہوگا، اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت تک رسول آتے رہیں گے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے آنے کا کوئی استثناء نہیں بیان فرمایا اور نہ کوئی مدت بیان فرمائی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک رسولوں کے مبعوث ہونے کا سلسلہ جاری رہے گا۔

جواب: قرآن مجید میں بہت جگہ ایک حکم عام بیان کیا جاتا ہے اور دوسری کسی آیت میں اس حکم کی تخصیص بیان کر دی جاتی ہے جس سے وہ حکم عام نہیں رہتا، اسی طرح یہ ظاہر اس آیت میں قیامت تک رسولوں کی بعثت کا حکم عام بیان فرمایا ہے، لیکن سورہ احزاب میں فرمایا کہ

41 ملخصاً از تبيان القرآن، ج 9، ص 483-487، وعالمگیر نبوت، ص 38-46۔

42 ترجمہ: ”اے آدم کی اولاد! اگر تمہارے پاس تم میں کے رسول آئیں میری آیتیں پڑھتے تو جو پرہیز گاری کرے اور سنوے تو اس پر نہ کچھ خوف اور نہ کچھ غم۔“

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ ۖ تَرَجَمَ: ”محمد تمہارے مردوں میں کسی کے وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۚ وَكَانَ ۖ بآپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب اللہ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا“ (الاحزاب: 40/33) نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔“

یعنی: اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمادیا کہ سورہ اعراف کی مذکورہ آیت میں رسولوں کی بعثت کے سلسلے کا جو ذکر ہے، وہ سلسلہ نبوت، سیدنا محمد خاتم النبیین ﷺ کی بعثت کے بعد ختم ہو گیا ہے اور آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی آ سکتا ہے نہ رسول، تشریفی نبی نہ امتی نبی، کامل نبی نہ ناقص نبی، نہ اصلی نبی، نہ ظلی نبی اور نہ ہی بروزی نبی۔

اس دلیل پر قرآن حکیم کی کئی آیات شاہد ہیں کہ کسی آیت میں کوئی حکم عام بیان کیا جاتا ہے، پھر دوسری آیت میں اس کی تخصیص کر دی جاتی ہے، تو وہ حکم عام نہیں رہتا، مثلاً اللہ تعالیٰ نے ایک عام حکم یہ بیان فرمایا کہ

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۖ ترجمہ: ”ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔“

(سورہ عنکبوت: 57/29)

اور درج ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو بھی ”نفس“ فرمایا:

قُلْ لِّمَن مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۖ قُلْ ۖ آپ پوچھیے کہ جو کچھ آسمانوں اور اللہ ۖ كَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةً ۖ زمینوں میں ہے وہ کس کی ملکیت ہے؟ آپ (سورہ انعام: 12/6) کہیے وہ سب اللہ ہی کی ملکیت ہے، اس نے

اپنے نفس پر رحمت کو لازم کر لیا۔“

اس کے علاوہ دیگر آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو بھی ”نفس“ کہا ہے اور سورہ عنکبوت کی آیت نمبر 57 میں فرمایا ہے کہ ”ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔“ اب

اگر کوئی شخص ان کا نتیجہ یہ نکالے کہ ”اللہ تعالیٰ بھی موت کا مزہ چکھنے والا ہے“، کیونکہ اس آیت کے عام حکم کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھی موت آئے گی (معاذ اللہ)، تو ایسے شخص پر حکم شریعت کیا ہو گا۔۔؟ حالانکہ دوسری آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کبھی موت نہیں آئے گی وہ آیت یہ ہے:

وَتَوَكَّلْ عَلَى النَّبِيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ ترجمہ: ”اور بھروسہ کرو اُس پر جو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے جس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔“ (سورہ فرقان: 58/25)

اس آیت کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ حکم جس کے تحت ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اُس حکم سے اللہ تعالیٰ کی ذات مستثنیٰ ہے اور اب یہ حکم ”عام“ بھی نہیں رہتا۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو ”خاتم النبیین“ فرما دیا تو اب سورہ اعراف کی آیت نمبر 35 میں رسولوں کی بعثت کے عام حکم میں تخصیص ہو گئی اور نتیجہ یہ نکلا کہ اب آپ کی بعثت کے بعد کسی اور نبی کا آنا ممکن نہیں ہے⁴³۔

اعتراض 3: اجراء نبوت پر یہ آیت بھی دلیل ہے، اللہ فرماتا ہے:

اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنْ النَّاسِ (سورہ حج، 22/75)

ترجمہ: ”اللہ منتخب کرتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور انسانوں میں سے“۔

اس آیت میں ”يَصْطَفِي“ فعل مضارع (Present indefinite/Continuous) ہے، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک ”رسول“ منتخب کرتا رہے گا۔

جواب: دھوکہ دینے کے لیے یہ آیت سیاق و سباق کے بغیر پیش کی گئی ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ مسلمانوں کو قرآن میں نماز کے قریب جانے سے روکا گیا ہے، اور دلیل میں آیت کا یہ حصہ پیش کر دے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ
ترجمہ: ”اے ایمان والو! نماز کے قریب
(سورہ نساء: 43/4) نہ جاؤ۔“

یا کوئی شراب و جوئے کے جواز پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پیش کر دے کہ
يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ
ترجمہ: ”(اے حبیب! لوگ) تم سے شراب
اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں، تم فرما دو کہ ان
دوनों میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ
وَإِنَّهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا ۖ
(سورہ بقرہ: 219/2) دنیوی نفع بھی اور ان کا گناہ ان کے نفع سے
بڑا ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو نظر انداز کر دے، جس میں فرمایا گیا کہ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ
ترجمہ: ”اے ایمان والو! شراب اور جو اور
وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِّنْ عَمَلِ
بُت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان
الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○
سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔“
(سورہ مائدہ: 90/5)

اس طرح کا رویہ اختیار کرنا سراسر ظلم اور کھلی بغاوت ہے اور جان بوجھ کر اس طرح کی تحریف کرنا ”صریح کفر ارتداد“ ہے۔ رہا سورہ حج کی مذکورہ آیت کا معاملہ تو اس آیت میں ”يُضْطَفَى“ کا کلمہ ضرور مضارع کا صیغہ ہے، فعل مضارع کا مفہوم تین طرح پر لیا جاتا

ہے، اول حال، دوم مستقبل کہ اللہ منتخب کرے گا، سوم استمرارِ تجدیدی، یعنی اللہ فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے رسول منتخب کرتا رہتا ہے۔

اس آیت میں دراصل سنتِ الہیہ کا بیان ہے اور یہودیوں کی تردید ہے۔ یہودیوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا انکار کیا اور کہا تھا کہ اس سے پہلے تمام نبی بنی اسرائیل کے خاندان میں ہوتے رہے، بنی اسمعیل میں کوئی نبی نہیں آئے۔ اللہ رب العزت نے ان کے اس باطل خیال کی اصلاح فرمائی اور اُن کے رد میں فرمایا کہ نبوت بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص نہیں، یہ کوئی خاندانی وراثت پر موقوف نہیں ہے بلکہ نبی کی بعثت کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت جس کو چاہتا ہے اپنی طرف سے منتخب کر کے نبی بناتا ہے اور یہ طریقہ اس وقت تک ہے جب تک اللہ جل شانہ کی حکمت و مصلحت کا تقاضہ ہو، محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیج کر اور خاتم النبیین بنا کر نبی بھیجنے کا سلسلہ ختم کر دیا گیا، اب نہ بنی اسرائیل میں نبی پیدا ہوں گے نہ بنی اسماعیل میں اور نہ کسی اور انسانی گھرانے میں۔

اگر ”یَصْطَفِی“ کا معنی مستقبل کا لیا جائے اور ترجمہ کیا جائے کہ اللہ فرشتوں میں سے رسول بھیجے گا اور انسانوں میں سے رسول بھیجے گا۔ تو یہ ترجمہ اس لیے غلط ہو گا کہ اس آیت کریمہ کے نزول سے پہلے جو انبیاء کرام آئے اُن کی نبوت اللہ کے اس اعلان سے خارج ہو گئی یا تو وہ نبی نہ تھے یا اللہ نے ان کو نبی منتخب نہیں کیا تھا۔ خود رسول اللہ ﷺ کی نبوت معاذ اللہ اس سنتِ الہیہ کے مطابق نہ رہی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا دعوائے نبوت صحیح نہیں رہا، کیونکہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا تعلق ماضی اور حال سے ہے، جب کہ آیت مذکورہ میں مستقبل میں نبی بھیجنے کا اعلان ہو رہا ہے۔ لہذا اس آیت کا تعلق مستقبل سے نہیں ہے، بلکہ یہودیوں کے اعتراض کے جواب میں اللہ رب العزت کے اپنے اختیار

و قدرت اور اپنی منشا کے مطابق نبی بھیجنے کے طریقے کا اعلان ہے⁴⁴۔

اسی طرح اس آیت میں اُن کفار کی تردید بھی ہے جو یہ اعتراض کیا کرتے تھے کہ رسول ”انسان“ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اپنی ”سنت“ کا بیان فرمایا کہ اللہ مالک ہے جسے چاہے اپنا رسول بنائے وہ انسانوں میں سے بھی رسول بناتا ہے اور ملائکہ میں سے بھی جنہیں چاہے⁴⁵۔

اعتراض 4: قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ”خَاتَمُ النَّبِيِّينَ“ ہیں یعنی: ”نبیوں کی مہر“، ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾⁴⁶۔

اور آنحضرت ﷺ کی مہر سے ہی ”نبی“ بنتے ہیں یعنی تصدیق سے اور جس پر آپ ﷺ کی مہر تصدیق لگ جاتی ہے وہ نبی بن جاتا ہے، سو جس پر بھی یہ ”مہر“ لگ گئی وہ بھی نبی بن گیا اور دیگر بھی نبی بنتے رہیں گے۔

جواب: اس کا جواب سمجھنے کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں لفظ ”خاتم“ سے متعلق وضاحت کر دی جائے، اس کے بعد اس آیت کی جامع تفسیر پیش کر دی جائے، تاکہ یہ اعتراض رفع ہو جائے۔ عربی زبان میں ”خَاتَمٌ“ کے معنی ”ختم کرنے والا، تمام کرنے والا، انتہا تک پہنچانے والا ہے، اس کا مصدر (Root) ”خَتَمَ“ ہے، اسی سے ”اِخْتِتَمَ“ ہے،

44 عالمگیر نبوت، سید محمد ہاشم فاضل شمسی، ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنرز، کراچی، ص 46-47۔

45 دیکھیے تفسیر خزائن العرفان، زیر آیت: 75، سورہ حج۔

46 ترجمہ: ”محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے

اور اللہ سب کچھ جانتا ہے“۔ (الاحزاب: 40/33)

یعنی: کسی چیز کا اپنی آخری حد اور انتہا کو پہنچنا۔ اس لحاظ سے ”خَاتِمُ النَّبِيِّنَ“ کا معنی ہو گا: ”نبیوں کے ختم کرنے والے، تمام کرنے والے حد و انتہا کو پہنچانے والے“، یعنی: نبیوں کا سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا وہ سیدنا محمد ﷺ پر ختم ہو گیا، آخر کو پہنچ گیا، تمام ہو گیا۔

”خَاتِمٌ“ کا دوسرا معنی ”مہر کرنے والا“ ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے ”خَاتِمٌ“ کا مصدر ”خَتَمَ“ ہے، جس کے معنی ”مہر“ کے ہیں، قرآن مجید میں ہے: ﴿خَتَمْنَا مِصْرًا﴾ ترجمہ: ”اُس کی مہر مشک ہے“۔ یعنی: جنتیوں کو جو مشروب ملے گا وہ سر بہر ہو گا اور اُن بھری ہوئی بوتلوں پر مشک کی مہر ہو گی۔ لازماً معنی یہ ہے کہ مہر کی وجہ سے نہ اندر کی چیز باہر آئے گی اور نہ باہر سے کوئی چیز اندر داخل ہو گی۔

”خَاتِمٌ“ کے معنی ”آلہ مہر“ ہے، یعنی: جس سے کسی چیز پر مہر کریں، لہذا لازمی طور پر معنی یہ ہونگے کہ کسی چیز کو اپنی آخری حد پر پہنچا کر اس پر اختتام مہر لگا دی جائے۔ لہذا اگر ”خَاتِمٌ“ (زیر کے ساتھ) اور ”خَاتِمٌ“ (زیر کے ساتھ) سے مہر کرنے والا یا مہر مراد لیں جب بھی نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے کہ جب کوئی چیز اپنی آخری حد و انتہا کو پہنچ جائے اور اس پر مہر لگ جائے تو اب نہ باہر کی چیز اندر داخل ہو گی اور نہ اندر کی چیز باہر آئے گی۔ کسی چیز پر مہر اسی وقت لگتی ہے جب وہ اپنی آخری حد کو پہنچ چکی ہو، اب مہر توڑے بغیر کوئی چیز نہ اندر داخل ہو گی اور نہ اندر سے کسی چیز کا اخراج ممکن ہو گا۔

رسول اللہ ﷺ نبیوں کے ”خاتم“ ہیں، یعنی: ختم کرنے والے ہیں ان پر نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ دوسرا معنی میں ”نبیوں کے لیے مہر“ ہیں یا ”مہر کرنے والے ہیں“، لازمی طور پر نبیوں کے آخر ہیں اب نہ کوئی نیا شخص بعد میں آ کر ”النَّبِيِّنَ“ میں داخل ہو

سکتا ہے اور نہ گزشتہ نبیوں میں سے کوئی نبی ”النَّبِیِّیْنَ“ سے خارج ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ”خِتَامٌ“ یعنی مہر کے معنی میں یہ لفظ آیا ہے تو وہاں بھی یہی مفہوم مراد ہے۔

عربی زبان کے تمام ماہرین و اہل لغت کا اس پر اتفاق ہے کہ ”خَتَمٌ، خَاتِمٌ“ کے معنی آخر انتہا اور اختتام ہے۔ مہر کا معنی لینے کی صورت میں بھی آخر و انتہا کا مفہوم بنیادی رہے گا، کیونکہ مہر بھی ہر چیز کے خاتمہ اور آخر ہونے پر لگاتے ہیں۔ ”خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ“ کا معنی اگر ”نبیوں کی مہر“ بھی قرار دیں پھر بھی نبی کریم ﷺ کے بعد کسی سچے نبی کی گنجائش نہیں رہتی گویا اللہ رب العزت نے اعلان کر دیا کہ جب تک رسول اللہ ﷺ دنیا میں مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ نبیوں کی یہ مہر اللہ علیم و خبیر کے پاس تھی انبیاء کرام صداقت کی مہر سے مزین ہو کر آتے رہے، اب جب کہ اللہ جل مجدہ نے خود اپنی مہر کو زمین پر بھیج دیا، تو اب اللہ جل شانہ کے یہاں سے مہر تصدیق والے کوئی نبی نہیں آئیں گے، اب جو مدعی نبوت پیدا ہو گا، مہر تصدیق کے بغیر ہو گا اور جس فرمان پر مہر نہ ہو وہ معتبر نہیں ہوتا۔ لہذا جھوٹا اور کاذب ہو گا اگر کوئی یہ کہے کہ نبیوں اور نبوت کا خاتمہ و مہر زمین والوں کے پاس ہے زمین والے اس سے کام لیں گے اور نبی مقرر کریں گے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ نبی و رسول اللہ رب العزت مقرر کرتا ہے نبی و رسول کا تقرر مخلوق کے اختیار سے باہر ہے قرآن مجید میں بار بار اعلان کیا گیا ہے کہ اللہ نے نبی بنایا اللہ نے رسول بنایا اللہ ہی جانتا ہے کس کو وہ رسالت سپرد کرے گا۔

اگر منکرین ختم نبوت کے دعویٰ کے مطابق بہ فرض محال ”ختم نبوت“ کا معنی ”مہر“ سے زیادہ ”تصدیق“ ہو اور اس کا معنی یہ ہو کہ جس پر آپ ﷺ اپنی مہر لگا دیتے ہیں وہ نبی بن جاتا ہے، تو پھر اس کا تقاضا یہ تھا کہ آپ ﷺ کی مہر سے زیادہ زیادہ نبی بنتے، تو

پھر کیا وجہ ہے کہ اس مہر سے صرف پنجاب کا منکر ہی نبی بنا! صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کی اطاعت پر مقبولیت کی سند اللہ تعالیٰ نے ”رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ“ فرما کر عطا کر دی وہ نبی نہیں بنے، اگر ختم نبوت کا معنی مہر تصدیق ہوتا تو وہ نبی بنتے اور جب وہ نبی نہیں بنے تو معلوم ہوا کہ ”ختم نبوت“ کا معنی ”مہر تصدیق“ نہیں ہے بلکہ وہ مہر ہے جو کسی چیز کو بند کرنے کے لیے لگائی جاتی ہے، علاوہ ازیں نبی بنانا اور رسول بھیجنا اللہ کا کام ہے رسول اللہ ﷺ کا یہ منصب نہیں ہے کہ وہ اپنی مہر لگا کر کسی نبی بنا کر بھیج دیں۔

نیز جب یہ کہا جاتا ہے کہ شاہ عبد العزیز ”خاتم المحدثین“ ہیں، تو کیا اس کا عرف میں یہ معنی ہوتا ہے کہ شاہ عبد العزیز کی مہر سے ”محدث“ بنتے ہیں؟ اسی طرح جب یہ کہا جاتا ہے کہ علامہ شامی ”خاتم الفقہاء“ ہیں تو کیا اس کا یہ معنی ہوتا ہے کہ علامہ شامی کی ”مہر“ سے فقہاء بنتے ہیں؟ اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ علامہ آلوسی ”خاتم المفسرین“ ہیں، تو کیا اس کا یہ معنی ہوتا ہے کہ علامہ آلوسی کی ”مہر“ سے مفسرین بنتے ہیں۔۔۔! وعلى هذا القياس۔ معلوم ہوا کہ لغت اور عرف سب کے اعتبار سے منکرین کا ”خَاتَمٌ“ کا اپنی من پسند کا معنی مہر کرنا صحیح نہیں ہے⁴⁷۔

آیت کی تفسیر:

اس آیت کریمہ کے بنیادی نکتے یہ ہیں: اول: حضرت محمد ﷺ کسی بالغ مرد کے باپ نہیں ہیں۔ دوم: وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

سوم: تمام نبیوں کے خاتم ہیں اور چہارم: یہ ساری باتیں اللہ رب العزت کے علم میں ہمیشہ سے ہیں، رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین بنانا کوئی ناگہانی اور نیا فیصلہ نہیں ہے۔

47 ملخصاً از عالمگیر نبوت، سید محمد ہاشم فاضل شمس، ص 70-86، وتبیان القرآن، ج 9، ص 486-488۔

اللہ رب العزت نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بالغ مرد کا باپ نہیں بنایا یہ ایک امر واقعہ اور کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ اس آیت کریمہ کے نزول سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبزادے حضرت قاسم کی وفات پر کفار مکہ نے آپ ﷺ کو مقطوع النسل اور ابتر ہونے کا طعنہ دیا تھا اور جناب ابراہیم کے بعد آپ ﷺ یہاں کوئی نرینہ فرزند بھی پیدا نہیں ہوا۔

دنیوی اصول اور انسانی اندازِ فکر کے لحاظ سے تو ہونا یہ چاہیے تھا کہ اگر حضور علیہ السلام اللہ کے محبوب اور پیارے تھے، تو کافروں کے طعنوں کا جواب یہ تھا کہ آپ ﷺ کے یہاں بکثرت بیٹے پیدا ہوتے جو بڑے ہو کر بڑے بڑے خاندانوں کے مورث بنتے لیکن ہوا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے طعنے سُنے مگر آپ ﷺ کے یہاں اولادِ ذکور کو پیدا نہیں کیا۔ آپ کی بعثت و آمد سے نوع بشر کی اصلاح مقصود تھی اس لیے آپ کو بشری پیکر میں ذاتی طور پر بشری صفات کے ساتھ پیدا کیا گیا۔

حضور اکرم ﷺ کی تخلیق کا مقصد صرف یہ ہے کہ ”آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین“ یعنی تمام نبیوں کے خاتم اور آخری نبی ہیں۔ یاد رہے کہ ”خاتم النبیین“ کے ساتھ ”رَسُولُ اللہ“ کا کلمہ اس لیے آیا ہے تاکہ آئندہ اگر کوئی شخص ”خاتم“ کے معنی محاورہ عرب کے خلاف ”مہر“ کرے تو آپ ﷺ کی رسالت میں کوئی شک و شبہ پیدا نہ ہو، کیونکہ جس چیز سے مہر کرتے ہیں وہ مہر شدہ چیز کے علاوہ اور اس کی غیر ہوتی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تخلیق جن دو مقاصد کے لیے ہوئی ہے رسالت اور ختم نبوت، اُن کے لیے اولادِ نرینہ کی ضرورت نہیں ہے، اللہ جل مجدہ آپ ﷺ پر رسالت تمام کرنے اور آپ ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ ہی بند کرنے کا فیصلہ اپنے علمِ قدیم میں کر چکا تھا۔

وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا
ترجمہ: ”اللہ ہر چیز کو ہمیشہ جانتا ہے۔“
(سورہ احزاب: - /40)

لہذا دین بھی آپ ﷺ پر کامل کر دیا، رسالت بھی تمام کر دی اور نبوت بھی آپ ﷺ پر ختم ہو گئی اور یہ سب کچھ اللہ رب العزت کے اُزلی علم اور اُزلی فیصلے کے مطابق ہوا۔

اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو بیٹی دے کر اور بچپن ہی میں اولادِ نرینہ کو وفات دے کر یہ بتا دیا کہ آپ ﷺ اپنی ذات میں بشری کمالات و قوت میں کوئی کمی یا نقص نہیں رکھتے اور بیٹیاں رسالت و نبوت پر فائز نہیں ہوتیں:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِيْٓ
ترجمہ: ”اور ہم نے آپ سے پہلے مردوں
إِلَيْهِمْ۔ (سورہ نحل: 43/16)
ہی کو رسول بنایا اور ان کی طرف وحی کی۔“

کیونکہ عورتیں اپنی فطری کمزوریوں کی وجہ سے فرائض رسالت انجام نہیں دے سکتیں اور اولادِ نرینہ دے کر اللہ رب العزت نے بچپن ہی میں ان کو اپنی طرف ہٹا لیا، کیونکہ فرائض نبوت جوانی کے بعد سپرد ہوتے ہیں۔ بالغ مرد کا باپ نہ ہونا ایک کھلی نشانی تھی کہ آپ ﷺ پر رسالت و نبوت ختم ہو رہی ہے، کوئی شخص وراثت کی بنیاد پر آپ ﷺ کے بعد نبوت کا مدعی نہیں ہو سکتا اور نص و اعلان کی بنیاد پر بھی کسی اور خاندان کا کوئی شخص آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ دار نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید میں ”خَاتَمُ النَّبِيِّينَ“ اور حدیث میں ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ کے اعلان نے آپ ﷺ کے بعد نص و نامزدگی کی راہ بند کر دی۔ چنانچہ مرد بالغ کے باپ ہونے کی نفی کر کے ”لَكِنْ“ حرفِ استدراک لا کر یہ بتا دیا گیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا مقصد تخلیق صرف اللہ کا رسول اور

خاتم النبیین ہونا ہے۔ استدراک کے معنی ہیں: ”ایک سابقہ معلومات میں نئی معلومات کا اضافہ جو گزشتہ بیان کے ابہام اور خفاء کو دور کر دے اور گزشتہ مفہوم کے لیے سبب و علت کا کام دے۔

خاتم النبیین کہنے کی حکمت:

اللہ رب العزت نے ﴿وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ کہا، ﴿وَلَكِنْ نَبِيِّ اللَّهِ وَخَاتَمَ الْمُرْسَلِينَ﴾ نہیں کہا، اس نکتہ بلاغت کو سمجھنے کے لیے یہ جان لینا ضروری ہے کہ نبی ہر اس برگزیدہ انسان کو کہتے ہیں جس کے پاس اللہ کا فرشتہ کوئی پیغام لے کر آئے خواہ وہ وحی کامل شریعت ہو، کوئی جزوی حکم ہو، یا احکام شرعیہ سے علیحدہ کوئی خاص ہدایت و خبر ہو۔ لہذا ہر صاحب وحی ”نبی“ ہوئے ہیں، جب وہ نبی اللہ کی طرف سے آئی ہوئی وحی دوسروں تک پہنچانے پر مامور ہوں تو ”رسول“ کہلائیں گے۔ بعض علماء کے نزدیک صاحب کتاب نبی کو ”رسول“ کہتے ہیں۔ نبی انسانوں میں ہوتے ہیں اور رسول انسانوں اور فرشتوں دونوں میں اللہ نے مقرر فرمائے ہیں۔ انسانوں میں ہر رسول، نبی ہے لیکن ہر نبی، رسول نہیں ہے کیونکہ فرشتوں میں رسول تو ہیں نبی نہیں ہیں، نبی صرف انسانوں مقرر ہوئے ہیں۔ اگر قرآن مجید میں ”خاتم النبیین“ کے بدلے ”خاتم المرسلین“ یا ”خاتم المرسل“ ہوتا تو اس کا مفہوم یہ ہوتا کہ آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی کتاب آئے گی اور نہ کوئی رسول آئیں گے، مگر عام نبی جو مکمل کتاب والے اور صاحب شریعت نہ ہوں ان کی آمد ممکن ہے۔ اللہ رب العزت نے ”خاتم النبیین“ کہہ کر واضح کر دیا کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی وحی و صاحب وحی کی گنجائش نہیں ہے اور اب کوئی نبی نہیں آسکتا۔ نبوت کے ختم ہونے سے لازمی طور پر رسول، شریعت، کتاب اور صحیفہ ہر ایک بات کا اختتام ہو گیا۔

اللہ کی طرف سے وحی آنا نبی ہونا ختم ہو گیا، رہی یہ بات کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد تبلیغ دین کا فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا سلسلہ جاری ہے منصب نبوت برقرار ہے تو اس سے ”ختم نبوت“ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: (عَهْدِي إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ) یعنی: میرا دور قیامت تک ہے۔ اب نبوت کی تمام ذمہ داریاں اور تبلیغ کے سارے فرائض بلا تعین و تخصیص تمام اُمت پر ہیں۔ علماء، انبیاء کے وارث ہیں۔ نبوت کی ذمہ داریاں اور فرائض تبلیغ شخص واحد سے منتقل ہو کر جماعت و اُمت کے سپرد ہو گئیں۔ بہ الفاظ دیگر نبوت کی وراثت و مقام شخصی نہیں ہے بلکہ اجتماعی ہے کوئی خاص فرد نبی کا وارث و نائب نہیں ہے بلکہ پوری اُمت خیر اُمت کی حیثیت سے اجتماعی صورت میں نبی کی وارث اور قائم مقام ہے لہذا مقام نبوت کی عصمت بھی اُمت کو اپنی اجتماعی حیثیت میں حاصل ہے جو کچھ فیصلہ بھی یہ اُمت اپنے اجماع و اجتماع سے کرے گی اس فیصلہ میں معصوم ہوگی اور وہ فیصلہ مقام عصمت کا فیصلہ ہوگا⁴⁸۔

ایک باطل تاویل کا ازالہ:

بعض لوگوں نے ”اثر ابن عباس“ سے یہ گھڑا ہے کہ ”خاتم النبیین“ کا معنی ”آخر النبیین“ نہیں ہے، اس لیے کہ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدّم یا تاخّر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ”وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ“ فرمانا کیونکر صحیح ہو سکتا، بلکہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طور پر رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمائیے آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور نبی موصوف بالعرض اس معنی جو میں نے عرض کیا آپ کا خاتم ہونا انبیائے گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہو گا بلکہ بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے⁴⁹۔

اس کا جواب بحمد اللہ ابتدائے کتاب میں ضروریاتِ دین کے ضمن میں ”تنبیہ ضروری“ میں گزرا۔ جس میں ”خاتم النبیین“ کو ”افضل المرسلین“ گھڑنے والے اور ”خاتم النبیین“ کو ”نبی بالذات“ سے بدل دینے والے بد بختوں کا ذکر ہے۔ وہاں یہ بھی ذکر ہوا کہ اگر ان بد بختوں کی ایسی تاویلیں سن لی جائیں اور درست مان لی جائیں تو اسلام و ایمان قطعاً درہم برہم ہو جائیں گے⁵⁰۔ اسی طرح اس کا جواب باب دوم کی فصل سوم میں بھی گزرا، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

لہذا اس طرح کی تاویلیں کرنا صریح کفر ہے، تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی ”حسام الحرمین“، جس میں علماء عرب و عجم نے اس طرح کی تاویلات کرنے والوں کو کافر و مرتد قرار دیا ہے۔

49 تحذیر الناس، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی، ص 18-24۔

50 لخصاً از فتاویٰ رضویہ، ج 14، ص 266۔

فصل دوم: احادیث و آثار پر اعتراضات

اس فصل میں چند احادیث ذکر کی جائیں گی، جن میں منکرین ختم نبوت، باطل تاویل و تحریف کے ذریعے اُن کا معنی بگاڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اعتراض 1: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: $\frac{1}{2}$ لَا نَبِيَّ بَعْدِي $\frac{1}{2}$ ۔ اس حدیث میں کسی نئے نبی کے آنے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا۔۔۔ جو نئی شریعت کا اعلان کرے۔۔۔ قرآنی احکام میں رد و بدل کرے۔۔۔ الگ سے اپنی اُمت بنائے۔۔۔ رسول اللہ ﷺ کی شریعت کو منسوخ کر دے، وغیرہ وغیرہ۔

جواب: اعتراض کی اصل وجہ قرآن و سنت سے جاہل ہونا، یا جاننے ہوئے ہٹ دھرمی کرنا ہے، چنانچہ امام احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جس نے اس حدیث کا یہ معنی کیا کہ ”میرے بعد کوئی نیا نبی ایسی شریعت لے کر نہیں آئے گا، جو میری شریعت کو منسوخ کر دے“ وغیرہ۔ تو اللہ تعالیٰ کی پناہ اس ترجمہ میں فتیخ لغزش ہے، کیونکہ اس حدیث کا یہ معنی ہر گز نہیں بلکہ معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں، چاہے موافق شریعت کے ساتھ ہو یا مخالف شریعت کے ساتھ، یا موافقت و مخالفت کچھ بھی نہ ہو اور یہی مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ (تعلیقاتِ رضا بر حاشیہ طحاوی)

اعتراض 2: جناب مذکورہ حدیث: $\frac{1}{2}$ لَا نَبِيَّ بَعْدِي $\frac{1}{2}$ میں کلمہ ”لا“ نفی کامل کے لیے ہے نہ کہ نفی جنس کے لیے۔ یعنی: ”میرے بعد کوئی کامل نبی نہیں ہو گا“ اور ناقص اور اُمتی

نبی کی نفی نہیں ہے، جیسا کہ ”لَا صَلَوةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“ میں ہے، یعنی سورہ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی۔

جواب: اگر یہ باطل تاویلیں دُرست مان لی جائیں تو بُت پرست ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کی تاویل یوں کر لیں گے کہ یہ ”افضل واعلیٰ“ سے مخصوص ہے یعنی: ”خدا“ کے برابر دوسرے خدا بھی ہیں، مگر وہ ”خدا“ سب دوسروں سے بڑھ کر خدا ہے، یہ معنی نہیں کہ دوسرا خدا ہی نہیں اور دلیل میں عرب کا یہ محاورہ پیش کرے کہ ”لَا فَتَى إِلَّا عَلَى لَا سَيْفٍ إِلَّا ذُو الْفِقَارِ“، تو کیا اُس بُت پرست کی یہ باطل تاویل سنی جائے گی۔۔۔! ⁵²۔

رہا سورہ فاتحہ والی روایت سے استدلال تو اُس کا جواب یہ ہے کہ ”لا نفی جنس“ کا نفی کمال کے لیے ہونا اس کا ”مجازی معنی“ ہے اور ”نفی جنس“ کے لیے ہونا اس کا ”حقیقی معنی“ ہے۔ جب تک حقیقت محال یا متعذر نہ ہو اس کو مجاز پر محمول نہیں کیا جائے گا، لَا نَبِيَّ بَعْدِي میں حقیقت متعذر نہیں ہے اس لیے اس کا معنی ہے میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا، اور لَا صَلَوةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ میں اس طرح نہیں ہے، سورہ فاتحہ کے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے لیکن چونکہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، اسی لیے نماز کامل نہیں ہوتی اور یہاں حقیقت متعذر ہے اس لیے ”لَا“ کو نفی کمال اور مجاز پر محمول کیا ہے ⁵³۔

اعتراض 3: جناب حدیث میں ہے: ”جب کسریٰ مر جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہو گا اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہو گا“ ⁵⁴۔ کسریٰ

52 ملخصاً از فتاویٰ رضویہ، ج 14، ص 266۔

53 تبیان القرآن، ج 9، ص 488-489۔

54 صحیح مسلم، ج 2، ص 399۔

ایران کے بادشاہ کو اور قیصر روم کے بادشاہ کو کہتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے بعد بھی ایران اور روم کے بادشاہ ہوتے رہے ہیں، لہذا الانبی بعدی میں بھی یہی معنی ہے یعنی: نفی کمال کا۔

جواب: علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسریٰ ایران کا اور قیصر روم کا بادشاہ تھا، اس طرح اور بادشاہ نہیں ہوں گے اور اسی طرح ہوا، کسریٰ کا ملک روئے زمین سے منقطع ہو گیا اور اس کا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور قیصر شکست کھا کر شام سے بھاگ گیا اور مسلمانوں نے ان دونوں ملکوں کو فتح کر لیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ بعد میں اس نام کے بادشاہ نہیں گزرے⁵⁵۔

اعتراض 4: اگر مذکورہ جوابات درست مان لیے جائیں تو حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کا کیا ہو گا، جس میں آپ نے فرمایا: **﴿اقُولُوا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَلَا تَقُولُوا: لَا نَبِيَّ بَعْدَ﴾** یعنی: حضور کو ”خاتم النبیین“ کہو اور یہ نہ کہو کہ ”آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا“⁵⁶۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا منشاء یہ ہے کہ چونکہ اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آسمان سے نازل ہونا ہے اس لیے یوں نہ کہو کہ ”کوئی بھی نبی نہیں آئے گا“ بلکہ یوں کہو کہ ”کوئی نبی مبعوث نہیں ہو گا“ کیونکہ جب مطلقاً یہ کہا جائے کہ کوئی نبی نہیں آئے گا تو اس کا متبادر معنی یہ ہے کہ کوئی نیا نبی آئے گا نہ پرانا اور حضرت عائشہ

55 تبیان القرآن، ج 9، ص 488-489۔

56 مصنف ابن ابی شیبہ، ج 5، ص 337، رقم الحدیث: 26644، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

رضی اللہ عنہا کا یہ قول ان احادیث کے خلاف نہیں ہے جن میں یہ تصریح ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا، خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح سند کے ساتھ روایت ہے⁵⁷: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مبشرات کے سوا میرے بعد نبوت میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہے گی، صحابہ نے پوچھا: مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا: ”سچے خواب جن کو کوئی شخص دیکھتا ہے یا اُس کے لیے دیکھے جائیں“⁵⁸۔

اعتراض 5: رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت جاری رہنے کی دلیل یہ حدیث بھی ہے: **عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا**۔

یعنی: ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر نبی ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم زندہ ہوتے تو سچے نبی ہوتے“⁵⁹۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کے نبی بننے سے مانع اُن کی موت تھی اگر وہ زندہ رہتے تو نبی بن جاتے، یہ مطلب یہ نہیں ہے کہ چونکہ آپ ﷺ کے بعد نبی کا آنا ناممکن تھا اس لیے آپ ﷺ کے بیٹے کو زندہ نہیں رکھا گیا۔ نیز گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بیٹے بھی نبی ہو کر تھے، جیسے حضرت اسماعیل اور حضرت سلیمان علیہما السلام وغیرہ، لہذا نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے بھی نبی ہوتے۔

جواب: یہ اعتراض بھی قرآن و سنت کے اسلوب بیان سے جہالت کی بنا پر کیا گیا ہے۔ اس سے ہرگز امکان نبوت نہیں نکلتا، بلکہ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی، ارشاد ہوتا ہے:

57 مسند احمد، رقم الحدیث: 24858، ج 6، ص 129، دار الحدیث قاہرہ، 1416ھ۔

58 مصنف ابن ابی شیبہ، ج 5، ص 337، رقم الحدیث: 26644، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

59 مسند احمد، ج 3، ص 133، طبع قدیم، تاریخ دمشق الکبیر، ج 3، ص 76، رقم الحدیث: 579۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلَٰهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ
اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور خدا
(سورہ انبیاء: 22/21) ہوتے تو ضرور وہ (آسمان وزمین) تباہ ہو جاتے۔

جس طرح دو خداؤں کا ہونا اور آسمان وزمین میں فساد دونوں چیزیں ممتنع ہیں، اسی طرح اس حدیث میں بھی حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا زندہ رہنا اور اُن کا نبی ہونا دونوں چیزیں ممتنع ہیں۔ نیز اس حدیث کی تشریح دوسرے اقوال سے بھی ہوتی ہے، مثلاً صحیح بخاری شریف میں اسماعیل بن ابی خالد سے ہے: ۱/ اَقُلْتُ لِابْنِ أَبِي أَوْفَى: رَأَيْتَ إِبْرَاهِيمَ ابْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَاتَ صَغِيرًا وَلَوْ قُضِيَ أَنْ يَكُونَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيٌّ عَاشَ ابْنُهُ وَلَكِنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ ۚ۔ میں نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے پوچھا: آپ نے حضرت ابراہیم صاحبزادہ رسول ﷺ کو دیکھا تھا؟ فرمایا: ”ان کا بچپن میں انتقال ہوا اور اگر مقدر ہوتا کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی ہو تو حضور کے صاحبزادے ابراہیم زندہ رہتے، مگر حضور کے بعد نبی نہیں“⁶⁰۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اس قول سے کہ ۱/ وَلَوْ بَقِيَ لَكَانَ نَبِيًّا لَكِنْ لَمْ يَبْقَ لِأَنَّ نَبِيَّكُمْ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ ۚ۔ یعنی: اگر حضرت ابراہیم زندہ رہتے تو نبی ہوتے، لیکن وہ باقی نہیں رہے، کیونکہ تمہارے نبی آخری نبی ہیں⁶¹۔

60 صحیح البخاری، کتاب الآداب، باب من سعى باسماء الانبياء، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج 2، ص 914۔

61 عقیدہ ختم النبوة، رسالہ: ختم النبوة، علامہ مفتی غلام مرتضیٰ صاحب، ج 8، ص 223/11۔

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: عقیدہ ختم النبوة، رسالہ: ختم النبوة، علامہ مفتی غلام مرتضیٰ صاحب، ج 8،

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: **لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَّكَانَ عُمَرَوُ بْنُ الْخَطَّابِ** یعنی: ”اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا“⁶²۔ یہ الفاظ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں بھی ارشاد ہوئے اور وہ نبی کریم ﷺ کے بعد زندہ بھی رہے مگر نبوت کا دعویٰ نہ کیا۔۔! کیوں۔۔؟ وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ والی روایت کے سلسلے میں حق بات یہ ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام اور ان کے بیٹوں کا قیاس ہمارے نبی سید المرسلین اور ان کے صاحبزادوں پر درست نہیں۔ پھر اگر آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کا بیٹا نبوت کا مستحق ٹھہرے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ باقی تمام انبیاء کرام کے بیٹے بھی نبوت کے مستحق ہوں۔

دیلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہم اہل بیت پر کسی کو قیاس نہ کیا جائے“⁶³۔ کسی کا یہ گمان کرنا کہ مذکورہ حدیث ”نبوت“ کا حکم بیان کر رہی ہے، تو یہ بات ہمیں تسلیم نہیں، بلکہ حدیث مذکور رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ خبر دے رہی ہے کہ ان میں انبیاء کرام علیہم السلام جیسے خصائل و اوصاف تھے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے لیے نبوت ختم نہ ہوتی تو ابراہیم، اللہ کے فضل محض سے نبی ہوتے، نہ یہ کہ وہ بطور استحقاق نبی بن جاتے، کیونکہ کوئی بھی اپنی ذات میں نبوت کا مستحق نہیں، اللہ تعالیٰ نبوت کے لیے اپنے بندوں میں سے ایسے کو منتخب فرماتا ہے جو صورت، معنی، نسباً اور حساباً ہر اعتبار سے تام و کامل ہو اور ہر خیر میں انتہائی مرتبہ کو پہنچا ہو، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

62 جامع الترمذی، مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب، امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ، دہلی، ج 2، ص 209۔

63 الفردوس مبأثر الخطاب، رقم حدیث: 6838، دار الکتب العلمیہ بیروت، ج 4، ص 283۔

اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ۖ ترجمہ: ”اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔“ (سورۃ النعام: 6/124)

تو حدیث مذکور کی دلالت بھی وہی ہے جو ۱/ لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَّكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ۖ والی حدیث کی دلالت ہے، واللہ تعالیٰ اعلم⁶⁴۔

نیز ایک جواب یہ بھی ہے کہ اس حدیث کا یہ معنی نہیں کہ چونکہ حضرت ابراہیم زندہ نہیں رہے اسی لیے وہ سچے نبی نہیں ہوئے، بلکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی سچے نبی کا آنا ممکن نہیں تھا، اسی لیے حضرت ابراہیم کو زندہ نہیں رکھا گیا⁶⁵۔

اعتراض 6: علمائے اسلام نے اپنی کتب میں صراحت کی ہے کہ مطلق ”نبوت“ ختم نہیں ہوئی، بلکہ ”نبوت“ اب بھی باقی ہے، دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے: (لَمْ يَبْقَ مِنَ النَّبُوءَةِ إِلَّا مَبَشَّرَاتُ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةِ يَرَاهَا الرَّجُلُ الصَّالِحُ أَوْ تُرَى لَهُ)۔ یعنی: ”نبوت میں سے صرف بشارتیں باقی ہیں، وہ اچھے خواب ہیں کہ نیک آدمی دیکھے یا اس کے لیے دیکھا جائے“⁶⁶۔

64 فتاویٰ رضویہ، ج 15، ص 672-673۔

65 تبیان القرآن، ج 9، ص 483-484۔

66 صحیح البخاری، کتاب التبعیر، باب مبشرات، قدیمی کتب خانہ کراچی، ج 2، ص 1035۔

موطأ امام مالک، ماجا فی الرؤیا، میر محمد کتب خانہ، کراچی، ص 724۔ و سنن ابن ماجہ، ابواب التبعیر الرؤیا، باب الرؤیا الصالحۃ، باب ما یسعدکم فی الرؤیا، الخ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص 286۔

جواب: دیگر روایات میں الفاظِ کریمہ یوں ہیں: (ذَهَبَتِ النَّبُوءَةُ وَبَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتُ) یعنی: ”نبوت چلی گئی اور مبشرات باقی رہ گئے۔“ (ذَهَبَتِ النَّبُوءَةُ فَلَا نُبُوَّةَ بَعْدِي إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ الرَّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الرَّجُلُ أَوْ تَرَى لَهُ) یعنی: ”نبوت چلی گئی پس میرے بعد نبوت نہیں مگر بشارتیں باقی ہیں، اچھا خواب کہ نیک آدمی دیکھے یا اس کیلئے دیکھا جائے“⁶⁷۔

در اصل نبوت نام ہے (۱) تمام اخلاقِ رذیلہ سے پاک اور (۲) تمام اخلاقِ فاضلہ سے مزین ہو کر (۳) تمام مدارجِ ولایت کر لینا، (۴) اپنے نسب و جسم، (۵) قول و فعل اور (۶) حرکات و سکنات میں ہر ایسی بات سے منزہ ہونا ہے جو باعثِ نفرت ہو، اس کے ساتھ ساتھ (۷) عقلِ کامل کا عطا کیا جانا، ان کے علاوہ دیگر صفات کے ساتھ ساتھ سچے خواب کا آنا⁶⁸۔

ایک نبی میں مذکورہ بالا تمام صفات ہوتی ہیں، رسول اللہ ﷺ کے بعد غیر نبی میں ان صفات میں سے کسی صفت کے ہونے سے یہ لازم کب آتا ہے کہ وہ شخص بھی ”نبی“ بن جائے گا۔ اگر یہی قاعدہ کلیہ درست ہے تو پھر تمام انبیاء کرام علیہم السلام نیک ہوتے ہیں، لہذا ان کے اُمتیوں میں جو بھی نیک ہے وہ اس صفتِ نیکی میں انبیاء کرام علیہم السلام کا شریک ہے تو کیا تمام نیک لوگ ”نبی“ ہو گئے۔۔۔؟ سبحان اللہ! اگر یہ درست ہے تو منکرینِ ختم نبوت کے ”گرو جی“ کی کیا خصوصیت رہی ”دعوائے نبوت“ میں۔۔۔! نیز مذکورہ حدیث میں یہ بتانا مقصود ہے کہ صفاتِ انبیاء کرام میں جہاں دیگر اُمور قابلِ ذکر ہیں، وہیں ”سچا خواب“ بھی شامل ہے، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مستقبل کے واقعات کی خبر دیتا ہے۔

67 مسند احمد بن حنبل، حدیث ام کرز رضی اللہ عنہا، المکتب الاسلامی بیروت، ج 6، ص 381۔

المعجم الکبیر، رقم حدیث: 3051، المکتبۃ الفیصلیہ بیروت، ج 3، ص 179۔

68 بہار شریعت، حصہ اول، عقائد متعلقہ نبوت، عقیدہ نمبر: ۱۴، ج 1، ص 37۔ مکتبۃ المدینہ، کراچی۔

حدیث کی تشریح سمجھ کے لیے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں، اسے یوں سمجھیں:

۱۔ مثلاً ”انسان فانی مخلوق ہے“، لیکن ”کیا ہر فانی مخلوق، انسان ہے؟“ یقیناً جواب نفی میں ہو گا۔

۲۔ یا یوں سمجھ لیں مثلاً اللہ تعالیٰ دیکھنے والا سُنے والا ہے، انسان بھی دیکھنے والا سُنے والا ہے، تو کیا نعوذ باللہ ”خدا، انسان اور انسان، خُدا ہو جائے گا“۔

لطیفہ:

۳۔ استدلال کا یہ طریقہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے ”کوٹا کالا ہوتا ہے، میرے سر کے بال بھی کالے ہیں، لہذا میرے بال کوٹا ہوئے“ یا ”ہر کالی چیز کوٹا ہے“۔

اللہ تعالیٰ ایسی عقل رکھنے والوں سے بچائے۔ ہمیں دین و دنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

ہم فدائی ختم نبوت کے

کلام: حامد علی علی

اللہ کے کرم سے ہم سُنی ہیں فدائی ختم نبوت کے
آقا کی عنایت سے ہم ہیں شیدائی ختم نبوت کے
اللہ نے بخشی ہے ہم کو یہ اعلیٰ سعادت دنیا میں
ہم اہل سنت دنیا میں ہیں سپاہی ختم نبوت کے
ہم دعوت اُن کو دیتے ہیں، جو ظلی بُروزی گھڑتے ہیں
توبہ کر کے بن جائیں وہ سب داعی ختم نبوت کے
جب قومی اسمبلی میں اُٹھا تھا مسئلہ ختم نبوت کا
اُس وقت محافظ تھے احمد نورانی ختم نبوت کے
ہے فیصلہ ساری اُمت کا، آئین ملک اور ملت کا
ہیں کافر و مرتد مرزائی انکاری ختم نبوت کے
اے مولیٰ! جب ہو حشرِ بپا، وہ سرورِ دیں ہو جب دولہا
ہوں اُس محبوب کے زیرِ لوا سب حامی ختم نبوت کے
ہم اپنا فرض نبھائیں گے، ہر باطل سے ٹکرائیں گے
ہم دین کے خادم ہیں حامد سودائی ختم نبوت کے